آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ⁂ لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۴ — بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء — نمبر ۳ و ۴

مطابق جمادی الاول و جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ

چندہ سالانہ ۳

فہرست مضامین

قرآن شریف کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیئے نبوت اور رسالت کے سلسلہ کو جاری فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر یعنی صفحہ دنیا پر کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کی ہدایت اور رستگاری کے لیئے ہم نے اپنی طرف سے کوئی ایسا شخص مبعوث نہ کیا ہو جو لوگوں کو ان کے بد اعمال کے نتائج سے آگاہ کرے اور ان کو اس آخری عذاب یعنی جہنم میں پڑنے سے بچائے جو ازل سے منکروں کے لیئے تجویز کیا گیا ہے لیکن یا حسرۃ علی العباد ما یأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون ۔ کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسکی پہلی آواز پر ہی اس کی تمام قوم نے لبیک کا نعرہ بلند کیا ہو اور بلا چون وچرا اس کے پیچھے ہو لیئے ہوں حتیٰ کہ نبیوں کے سرتاج سید الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی لوگوں کی مخالفت سے نہ بچے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جس سختی اور شدومد کے ساتھ آپکی مخالفت ہوئی ایسی کسی کی نہیں ہوئی اسکی وجہ یہی تھی کہ آپ کو وہ نور دیا گیا تھا جس کی روشنی کے سامنے سارے نور ماند پڑ گئے ۔ غرضیکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے سنت چلی آئی ہے کہ وہ ایک مامور کی بعثت کے بعد اسکی قوم کو جو اس مامور کے مبعوث ہونیسے پہلے الکفر ملۃ واحدۃ کے حکم کے ماتحت ایک ہی رنگ میں رنگین ہوتی ہے دو حصوں پر منقسم کر دیا کرتا ہے ۔ ایک وہ جو اللہ کے رسول کی ندا پر ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا ۔ الآیۃ کہتے ہوئے

اس رسول کی جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں اور اُن نعمتوں کے وارث بنتے ہیں جن کا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ مگر اس کے مقابل ایک دوسرا گروہ ہوتا ہے جو پکارنیوالے کی پکار کو تحقیر کی نظر سے دیکھتا اور خدا کے قائم کردہ سلسلہ کی تباہی کے درپے ہوتا ہے اسکی بدقسمتی اُس سو انکار پر انکار کرواتی ہے اور اسکے جہل کا پردہ اسکی آنکھوں کو الٰہی نور سے فیضیاب ہونے نہیں دیتا اس کی شقاوت اس کے قدموں کو اللہ تعالیٰ اور اسکے نبی کی طرف اُٹھنے سے روکتی ہے اور اس کی بداعمالیاں اسے آخر کار جہنم کے دروازہ تک پہنچا کر چھوڑتی ہیں غرض یہ دو گروہ ہوتے ہیں ھذا عذب فرات و ھذا ملح اجاج جو ہر مامور کی بعثت کے وقت لابدی طور پر پیدا ہو جاتے ہیں یہ غیر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہادی دنیا میں آوے اور پھر تمام کے تمام لوگ سپر ایمان لے آویں جیسا کہ یہ بھی غیر ممکن ہے کہ ایک نبی کے پیدا ہونے پر کوئی بھی سعید روح ایسی نہ نکلے جو من انصاری الی اللہ کی آواز پر نحن انصار اللہ کا نعرہ بلند کر سکے کیونکہ رسولوں کا آنا ایک بارش کے رنگ پر ہے جسکی وجہ سے سطح زمین پر ہر ایک قسم کی روئیدگی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ زمین جو اپنے اندر ایک گندہ بیج لیے ہوئے ہے ایک بدبودار درخت نکالے گی اور وہ زمین جسکے نیچے کسی خوشبودار پھول کا بیج ہے ضرور ہے کہ بارش کے بعد پھٹکر دنیا کو اپنے مخفی خزانہ سے مالا مال کرے یہی اللہ تعالیٰ کی سُنت ہے ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ مثال کے طور پر دیکھو جب نبی کریم صلعم نے عرب کے مشرکوں کو للکارا کہ اے مشرکو! توحید کے جھنڈے کے نیچے چلے آؤ اور اس خدا کی پرستش میں لگ جاؤ جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور تمھاری آسائش کے سامان دنیا میں مہیا کیئے تا خدا کے دفتر میں تمھارا نام کامیاب گروہ میں لکھا جاوے تو اس آواز پر ایک ابوجہل بھی تھا جو اُٹھا اور جس نے اُس پاک وجود کو اذیت پہنچانی شروع کر دی جسکے اندر الٰہی جمال اور جلال اسقدر حلول کر چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ نیز ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور پھر اسکو اسقدر قرب بخشا کہ فرمادیا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی اے لوگو اگر اللہ تعالیٰ کی کوئی محبت تمھارے دلوں میں ہے تو آؤ میرے پیچھے ہو لو تا تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بنجاؤ۔ سبحان اللہ کتنا بڑا رتبہ ہے اُس شخص کا جسکی اتباع انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیوے مگر باوجود اس بات کے انکار کرنے والے نے انکار کیا اور

کہنے والے نے کہدیا کہ نعوذ باللہ یہ مجنون ہے اسے قتل کردو قید خانے میں ڈالدو ملک سے نکال
دو لیکن جہاں ایسا گروہ تھا وہاں وہ لوگ بھی تو پیدا ہو گئے جن کی نسبت خود ذات باری تعالےٰ
سے فتویٰ آگیا کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اور جنہوں نے اسلام کی خاطر بے شمار مصائب کو
برداشت کیا اپنے گھروں سے نکالے گئے بیوی بچوں سے جدا کیئے گئے رشتہ داروں عزیزوں اور
دوستوں سے یکقلم الگ ہونا پڑا اعداء کے راستہ میں اپنے خون کو پانی کی طرح بہایا مگر جس در پر سر رکھا
تھا اسے نہ چھوڑا اور ہرگز نہ چھوڑا لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کیا تھا ایک بیڑی تھی
جس نے اُن کی رگ رگ میں برقی طاقت بھر دی اور اُن سے وہ کام کروانے جو بصورت دیگر ناممکن الوقوع
تھے کیا کوئی قیافہ دان اس بات کا پہلے سے ہی اندازہ کرسکتا تھا کہ عرب کے ریگستان سے وہ چشمہ
جاری ہونے والا ہے جو ساری دنیا کو اپنے اندر لے لیگا؟ اور کیا کسی نجومی کا علم اسے یہ خبر دے سکتا
تھا کہ مکّہ کے قریش ایک دن سارے جہان کے اُستاد بنیں گے اور دنیا کے بڑے حصہ پر انکی حکومت
پھیل جائے گی؟ عرب کے لوگ پرانی رسوم کے سخت پابند تھے اور عرب کے قبیلوں میں باہم اسقدر کشمکش
تھی کہ کسی کو وہم بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ یہ لوگ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں
اور ہمیشہ آپس میں دست بگریباں رہتے ہیں ایک دن اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو کر تمام دنیا پر
ایک سیل کی طرح چھا جائیں گے غرض ہر مامور کی بعثت کے وقت دو گروہوں کا پیدا ہو جانا
سنّت اللہ میں داخل ہے کیونکہ مامور کے بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ
طیّب کو خبیث سے جدا کرے اور شقی اور سعید کے درمیان تمیز پیدا کردے - یہ تمیز ماننے
والے اور نہ ماننے والے فرقوں کی صورت میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور ان ہر دو مخالف گروہوں
میں ہمیشہ اسقدر نمایاں اختلاف ہوتا ہے کہ دیکھنے والا کبھی کسی کے متعلق شک میں نہیں پڑسکتا
کہ وہ کس گروہ میں سے ہے اور اس نمایاں فرق کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہر دو مخالف گروہوں کا
امتیازی نشان دل کی کسی کیفیت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا بلکہ ہر ایک نبی کی بعثت کے
وقت اُس خاص نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت خلق اللہ کے لیئے مامور مان لینے یا انکار
کر دینے پر سارا مدار ہوتا ہے - وہ جو مان لیتے ہیں حزب اللہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور
وہ جو انکار کر دیتے ہیں وہ حزب الشیطان میں داخل ہوتے ہیں - عربی زبان میں چونکہ ماننے

کے معنے ایمان کا لفظ ہے اس لیئے مان لینے والی جماعت مومنین کی جماعت کہلاتی ہے اور چونکہ انکار کر دینے کے معنی عربی زبان میں کفر کے ہیں اس لیئے انکار کرنے والے لوگ کافر کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اس میں کسی کی ہتک عزت مراد نہیں ہوتی ہے بلکہ صرف امر واقع کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ اگر ہم کسی کو مومن کہتے ہیں تو اس سے ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس نے مان لیا ہے اور اگر کسی کو کافر کے نام سے یاد کرتے ہیں تو اس سے ہماری مراد فقط یہی ہوتی ہے کہ اس نے انکار کر دیا ہے ہاں اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بہت سے الفاظ ایسے ہوتے جو اپنے لغوی معنوں کے علاوہ ایک اصطلاحی مفہوم بھی اپنے اندر رکھتے ہیں لیکن یہ ضروری ہوتا ہے کہ اصطلاحی معنی لغوی معنوں پر مبنی ہوں کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو اصطلاحات کے مفہوم کو سمجھنا سخت مشکل امر ہو جاوے مثال کے طور پر دیکھو عربی زبان میں رسول اس شخص کو کہتے ہیں جو ایک کی طرف سے دوسرے کی طرف پیغامبر بنا کر بھیجا جاوے اور نبی اس شخص کو کہتے ہیں جو کوئی خبر دیوے کیونکہ نبی کا لفظ نبأ سے نکلا ہے جسکے معنی خبر کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انبئونی باسماء ھٰؤلاء ان کنتم صادقین پس لغت کے لحاظ سے جائز ہوگا کہ ہر پیغامبر کو رسول اور ہر خبر دینے والے کو نبی کے نام سے پکارا جاوے[۵] لیکن میں ابھی بتا آیا ہوں کہ لغوی معنوں کے علاوہ بعض الفاظ کے اصطلاحی معنے بھی ہوتے اب اگر شریعت اسلام کی اصطلاح میں رسول اور نبی کے الفاظ کے معنے دیکھے جاویں تو معلوم ہو جائیگا کہ رسول کہتے ہیں اس فرد کامل کو جسکو اللہ تعالیٰ اہل دنیا کی طرف پیغامبر بنا کر بھیجے اور جسے ماموریت کا خلعت عطا کر کے خلق اللہ کی ہدایت کیلیئے کھڑا کرے اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی رسول کے نام سے پکارا گیا ہو کیونکہ شریعت اسلام میں رسول کی اصطلاح کا مفہوم پورا نہیں ہوتا جب تک خدائی سند ساتھ نہ ہو۔ یہی حال ہے لفظ نبی کا۔ کوئی شخص شریعت کی اصطلاح میں نبی نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مامور کی حیثیت میں بکثرت اہم خبریں پا کر لوگوں تک نہ پہنچاوے اور جب تک اللہ تعالیٰ کے کلام میں اسکے متعلق صریح طور پر نبی کا لفظ نہ آیا ہو اسی طرح اسلام میں کفر اور ایمان کے الفاظ کے معنی ایک خاص دائرہ میں محدود ہو گئے ہیں اور وہ یہ کہ شریعت اسلام میں کافر اسکو کہیں گے جو اسلام کے ان اصول میں سے جن پر اسکی

[۵] یہ معنی ان الفاظ کی اصل یعنی روٹ کی بنا پر ہیں ورنہ ویسے تو انکی تشریح میں لغت بھی اصطلاحی معنوں کا ذکر کرتی ہے۔ منہ

بنا ہے کسی ایک کا انکار کردے اور مومن وہ ہے جو ان تمام اصول پر ایمان لے آوے۔
اسلام نے جو مذہب کے پانچ اصول بتائے ہیں وہ یہ ہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان ملائکہ پر ایمان اللہ کے رسولوں پر ایمان اسکی کتابوں پر ایمان اور یوم آخر پر ایمان۔ ان پانچ اصولوں میں سے اگر کسی ایک کا بھی کوئی منکر ہو جاوے تو وہ تمام فرقہ ہائے اسلام کی نظر میں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے پس مومن بننے اور کہلانے کیلئے یہ ضروری ہو گیا کہ ان پانچ اصول پر ایمان لایا جاوے جن کو اسلام نے ایمان کی شرط قرار دیا ہے یہ ہے ایمان اور کفر کی تعریف جو اسلام نے ہم کو سکھائی ورنہ لغوی معنوں کے لحاظ سے تو شیطان کا انکار کرنیوالا بھی کافر ہے جیساکہ خود قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی نسبت فرمایا من یکفر بالطاغوت لیکن یہ کفر وہ ہے جسکی نسبت ایک مومن بڑی دلیری کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ع گر کفر این بود بخدا سخت کافرم ؛ پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ بعض الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے جیساکہ میں نے ابھی لکھا ہے کہ ایک وہ کفر ہے جو انسان کو شیطان کے پنجے سے چھڑا کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں لا کھڑا کرتا ہے اور جسکی طرف آیت من یکفر بالطاغوت کھلے لفظوں میں اشارہ کر رہی ہے اور ایک وہ کفر ہے جو لعنت کی صورت میں ایک مکذب انسان پر پڑتا اور اسکو باری تعالےٰ کے دربار سے ہٹا کر شیطان کے قدموں پر لا ڈالتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے و الذین کفروا اولیاء ھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات۔ یہ ظاہر ہے کہ پہلا کفر لغوی کفر میں داخل ہے مگر دوسرا کفر اصطلاحی کفر ہے۔ لغوی طور پر تو کفر کا لفظ ہر انکار پر بولا جائیگا خواہ وہ اللہ کا انکار ہو اور خواہ شیطان کا مگر اصطلاحی طور پر کافر صرف اسی شخص کو کہیں گے جو ایمان کے پانچ اصولوں میں سے کسی اصل کا انکار کردے۔ اس جگہ چونکہ صرف ایمان بالرسل کی بحث ہے اس لیئے ایمان کے اصولوں میں سے صرف اسی اصل پر بحث کیجائیگی۔ سو واضح ہو کہ ایمان بالرسل کے یہ معنی نہیں کہ صرف سلسلۂ رسالت کو حق مان لیا جاوے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر ایک رسول پر ایمان لایا جاوے۔ مومن کا فرض ہے کہ ہر ایک ایسے شخص کو قبول کرے جسکو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ بکسی وایک رسول کا منکر ایمان کی شرائط میں سے ایک نہایت ضروری شرط کو توڑنے والا اور خدائی حکومت سے

خلاف بغاوت کا جھنڈا کھڑا کرنیوالا ہے یہی وجہ ہے کہ گو یہود مسیح ناصری سے پہلے کے انبیاء اور مرسلین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقین کرتے تھے لیکن مسیح کے انکار کی وجہ سے وہ ایسے دُور پھینکے گئے اور اللہ تعالیٰ کا وہ غضب اُنپر نازل ہُوا کہ آج کے دن تک انکی قوم دنیا میں ذلّت اور قہر کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور مسلمان تو خاصکر انکو مغضوب علیھم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے اسلام کے اصولوں میں سے ایک اصل یعنی ایمان بالرسل کو چھوڑا اور اسکو بھی پوری طرح نہیں چھوڑا بلکہ وہ بہت رسولوں پر ایمان لاتے تھے اور خاصکر حضرت موسیٰؑ جو صاحب شریعت نبی تھے انکی غلامی کا تو انکو خاص فخر تھا مگر صرف مسیحؑ کے انکار سے انپر لعنت کی مار پڑی اور موسیٰؑ جیسے عظیم الشان نبی کی طرف منسوب ہونے کے باوجود بھی انکو کافر کا خطاب دیا گیا اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ خدا کے رسولوں کو نظر استخفاف سے دیکھنا کوئی معمولی بات نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو روشن کرنے کے لیئے دنیا میں آتے ہیں پس جو انسے جنگ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو مٹانا چاہتا ہی اسلیئے خود اسکا نام ونشان صفحۂ روزگار سے مٹا دیا جاتا ہے۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض نبی تو ماننے کے قابل ہوتے ہیں مگر بعض نعوذ باللہ اس قابل نہیں ہوتے کہ انپر ضرور ایمان لایا جاوے ایک لعنتی خیال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مرسلین نبی یا رسول ہونے میں ایک دوسرے کے برابر ہوتے ہیں اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے لا نفرق بین احد من رسلہ۔ خداوند کرم نے نبوت کو ایک سلسلہ کے طور پر اسی لیئے رکھا ہے کہ تا الٰہی نور ایک خاص وقت میں محدود نہ ہوجاوے بلکہ مختلف زمانوں اور مختلف مقاموں میں اس کا ظہور ہو کیونکہ جس طرح ہر ایک دن کے بعد رات کا آنا ضروری ہے اسی طرح ہر ایک نبی کے بعد جسکے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا پر نور کا نزول ہوتا ہے ایسے زمانے کا آنا بھی ضروری ہے جو اندھیرے سے مشابہت رکھتا ہو یہ اس لیئے ہے کہ زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھدی ہے کہ وہ پُرانے خیالات اور جذبات کو کمزور کرتا چلا جاتا ہے جیسے دیکھو آج اگر ایک عورت کا جوان بیٹا مرجاوے تو وہ اسکے صدمہ میں اسقدر غم والم کا اظہار کرے گی کہ بس قریب ہے کہ اپنے آپکو ہلاک کردے لیکن ایک عرصہ کے بعد غم کا اثر اسکے دل پر سے کم ہوتا چلا جائے گا حتّٰی کہ ایک دن آئیگا کہ وہ

بچہ اسے یاد بھی نہ ہوگا یہی حال انبیاءؑ کی تعلیم کا ہے۔ جب وہ دنیا میں آتے ہیں تو اپنے جذب اور روحانی قوت سے سعید روحوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور ان کی تعلیم لوگوں کے دلوں کے اندر گھر کر جاتی ہے لیکن انکے بعد ایک مدت گذر جانے پر کچھ تو انکی تعلیم ہی بوجہ بعض بیرونی عناصر کے ساتھ الجھانے کے اپنی حقیقت کو کھو بیٹھتی ہے اور کچھ کسی کامل روحانی وجود کے نہ ہونے کی وجہ سے اس مذہب کے متبعین کے دلوں پر زنگ بیٹھ جاتا ہے اور انکے جوش ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں اور دنیا کی محبت انکے رگ و ریشہ میں رچ جاتی ہے تب آسمان پر ایک بگل بجایا جاتا ہے جو آنیوالے رسول کی منادی کرتا ہے اور سونیوالوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دیتا ہے اور پھر وہی ہدایت سے محروم رہتا ہے جسکو اسکی بدبختیٔ نفس نے جہنم کے لیئے تیار کیا ہو کیونکہ ہر نبی کی بعثت کے وقت اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ تمام ان روحوں کو جن میں سعادت کا کوئی مادہ ہو ایک جگہ جمع کرے پس یہ یقینی اور قطعی طور پر یقینی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے کسی امور کی مخالفت پر مرتا ہے وہ سعادت کے مادہ سے بالکل خالی ہوتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اسے ضائع نہ کرتا۔ چونکہ تمام مرسلین ایک ہی رنگ میں ہوتے ہیں اسلیئے یہ کہنا صحیح ہے کہ اگر موسیٰؑ کو نہ ماننے والے عیسیٰؑ کا وقت پاتے تو اس کا بھی انکار کرتے اور اگر وہ نبی کریم کے زمانہ میں پیدا کیئے جاتے تو آپ کی مخالفت پر بھی کھڑے ہو جاتے۔ اسی طرح ایمان لانے والوں کا حال ہے۔ پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم صلعم کے زمانہ کے مسیحی لوگ حقیقت میں مسیحی نہ تھے بلکہ وہ صرف اس لیئے مسیحی تھے کہ انکے آباؤ اجداد مسیح کے متبع تھے ورنہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک واقعی مسیحی ہوتے تو ضرور تھا کہ انکے پاس منہاج نبوت کا پورا علم ہوتا اور وہ نبی کریمؐ کی آواز پر فوراً لبیک کہہ اٹھتے۔ اسی طرح وہ جنہوں نے عیسیٰؑ کا انکار کیا درحقیقت موسیٰؑ کے پیرو نہ تھے بلکہ صرف اسمی اور رسمی طور پر یہ ہم کی جماعت میں داخل تھے اور ایمان انکے دل سے پرواز کر چکا تھا ورنہ کیا وجہ ہے کہ ان کو مسیحؑ پر ایمان لانے کی توفیق نہ ملی غرض اب یہ ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر سمجھ لینا چاہیئے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ایک مامور کا انکار کرتا ہے وہ اگر دوسرے کسی مامور کے زمانے میں ہوتا تو ضرور اس کا بھی انکار کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام مرسلین منہاج نبوت پر پرکھے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانے میں انکے شناخت کرنے کا طریق ایک ہی ہوتا ہے پس وہ جنکے معیار کے

مطابق محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نعوذ باللہ ایک جھوٹا مدعی رسالت ہے کبھی بھی حقیقی طور پر عیسیٰ اور موسیٰ علیہم السلام کی رسالت کو سچا نہیں جان سکتا خواہ وہ زبان سے ہزار دعویٰ کرے اور بخدا اگر وہ عیسیٰؑ اور موسیٰؑ کا زمانہ پاتا تو ان سے بھی وہی سلوک کرتا جو اس نے نبی عربی سے کیا کیونکہ اس کا دل سعادت کے مادہ سے خالی ہو چکا ہے اور اسکی آنکھوں نہیں نورِ ایمان باقی نہیں رہا وہ اندھی ہیں اللہ تعالیٰ کے نور کو نہیں دیکھ سکتیں خواہ وہ نور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی شکل میں نازل ہوا اور خواہ محمد صلعم کے وجود باجود میں اسکا ظہور ہو۔ پس یہ یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک مامور کا انکار حقیقت میں سب ماموروں کا انکار ہے کیونکہ ایک شخص جب ایک مامور من اللہ کا انکار کرتا ہے تو اسکی روح زبان حال سے پکار پکار کر کہتی ہے کہ میں ازلی شقی ہوں مجھ میں نورِ نبوت کا حصہ نہیں۔

یہی عقیدہ میرا ایمان باللہ کے متعلق ہے۔ صرف خدا کی ذات کا قائل ہو جانا اور اس پر ایمان لے آنا انسان کو نجات نہیں دلا سکتا کیونکہ نجات کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسکے تمام صفات کے ساتھ متصف مانا جاوے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کا قائل ہو لیکن اس نے اپنے خدا کو ایسی صفات دے رکھی ہوں جن سے اسکی ذات پاک پر کوئی دھبہ آوے یا جو اسکے نورانی چہرہ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے والی ہوں مثلاً ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کو واحد لاشریک جانے لیکن اسکے خیال میں سورج ہی خدا ہو یا اس کا ایمان ہو کہ روحیں سب انادی ہیں خدا کوئی روح پیدا نہیں کر سکتا یا اسکا ایمان ہو کہ خدا کسی کو فضل کے ساتھ نجات نہیں دے سکتا یا اسکا یہ ایمان ہو کہ خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں تو لاریب ایسا شخص خدا کی ذات کا تو قائل ضرور ہے مگر اسکو اسکی تمام صفات کے ساتھ متصف نہیں مانتا اس لیئے یہ کہنا جائز ہو گا کہ ایسے شخص کا اللہ پر ایمان نہیں ہے کیونکہ اللہ نام ہے اس ذات کا جو تمام صفات حسنہ سے متصف اور تمام عیوب سے پاک ہے اور چونکہ ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتے ہیں سب سے بڑا فرض اور کام اللہ تعالیٰ کے روشن چہرہ کو دنیا پر ظاہر کرنا ہوتا ہے اس لیئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص کسی مامور من اللہ کا انکار کرتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مرسل کو مبعوث نہیں فرماتا

جب تک اس کے اپنے چہرہ پر اہل دنیا کی نظر میں کوئی گرد نہ آجاوے اور جب تک اس کی صفات میں سے کسی صفت کو دنیا کے لوگ عملی طور پر معطل نہ قرار دینے لگجائیں اور جیسا کہ میں اوپر بیان کر آیا ہوں زمانہ کا اثر اس بات کا مقتضی ہے کہ ایک عرصہ کے بعد لوگ نبی کی تعلیم کو بھلا دیں اور اللہ کی طرف وہ باتیں منسوب کرنے لگ جاویں جن سے اسکی ذات والا صفات بالکل پاک ہو۔ دیکھو موسیٰؑ نے لوگوں کو توحید سکھائی اور اللہ تعالیٰ کے نورانی چہرہ کو لوگوں پر ظاہر کیا مگر ایک عرصہ کے بعد موسیٰؑ کی سکھائی ہوئی توحید صرف لوگوں کی زبانوں پر رہ گئی اور اللہ تعالیٰ کا نورانی چہرہ گرد آلود ہو گیا تو ضرورت پیش آئی کہ مسیح ناصریؑ کو کھڑا کر کے توحید کو از سرِ نو قائم کیا جاوے لیکن کیا مسیحؑ کی سکھائی ہوئی توحید کا نقش لوگوں کے دلوں پر ایسا جما کہ پھر کبھی محو نہ ہوا؟ نہیں بلکہ چھ سو سال کے بعد دنیا کا وہی حال ہو گیا جو مسیحؑ سے پہلے تھا بلکہ اس سے بھی بدتر۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کیا گیا تا وہ صدیوں کی میل کو خدا کے چہرہ سے دھو ڈالے اور اسکی صفات کاملہ کا لوگوں کے دلوں پر نئے سرے سے نقش پیدا کرے تاکہ وہ نئے توحید سے سرشار ہوں اور دنیائے فانی سے اپنے دل چھڑا کر اُس ذاتِ پاک سے لو لگائیں جس کا دامن تمام گندوں سے یکقلم رہائی بخشتا ہے غرضیکہ ہر ایک نبی کا یہی کام ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں کامل اور حقیقی توحید کو قائم کرے اس لئے وہ جو کسی نبی کی مخالفت کرتا ہے اس کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ توحید کی مخالفت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے انکار کو خود اپنے انکار کے طور پر پیش کیا ہے جیسا کہ کفار کی صفت میں آیا ہے یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ یعنی وہ اللہ اور اسکے رسولوں میں تفریق کرنا چاہتے ہیں مطلب یہ کہ انکا یہ خیال ہوتا ہے کہ رسولوں پر ایمان لانے کے بغیر انسان توحید پر قائم ہو سکتا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

اب یہ دونوں اصول بالکل صاف ہیں اول یہ کہ ایک مامور من اللہ کا انکار حقیقت میں سب ماموروں کا انکار ہوتا ہے کیونکہ وہ دنیا میں ایک ہی رنگ پر آتے ہیں اور ایک ہی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ان کا وہی انکار کرتا ہے جو گذشتہ مامورین پر ایمان لانے کے دعوے میں جھوٹا ہوتا ہے اور یہ اصول میرے اپنے دماغ کا اختراع نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود اسکو قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ نوح کے منکرین کے متعلق آتا ہے کہ کذبت قوم نوح

ن المرسلین حالانکہ نوحؑ کی قوم نے تو صرف نوح کا ہی انکار کیا تھا لیکن چونکہ خدا کے نزدیک ایک مامور کا انکار حقیقت میں سب ماموروں کا انکار ہے اس لیئے نوحؑ کے واسطے المرسلین کا لفظ بولا گیا۔ فتدبر

دوسرا اصول یہ کہ اگر غور سے دیکھا جاوے تو ایک مامور کا انکار خود ذات باری تعالیٰ کا انکار ہے کیونکہ منکر خواہ زبان سے توحید کے قائل ہونے کا ہزار دعویٰ کرے لیکن در اصل وہ توحید کا دشمن ہے اور اسکے دل میں شرک پوشیدہ ہے کیونکہ وہ اُس شخص کی مخالفت پر کھڑا ہوا ہے جو دنیا میں توحید کے پھیلانے کے لیئے بھیجا گیا اس اصول کو حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی وضاحت کے ساتھ عبد الحکیم خاں مرتد کے جواب میں قرآن شریف کی آیات سے ثابت کیا ہے اور اسپر بڑی سیر کن بحث کی ہے (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۵ تا ۱۳۰)

اب ان دونوں اصولوں کو اچھی طرح صاف کر دینے کے بعد میں اپنے اصل مضمون کی طرف آتا ہوں اور وہ یہ کہ کیا اِس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ مرسلِ یزدانی پر ایمان لانا ضروری نہیں؟ سو واضح ہو کہ مسیح موعودؑ اس زمانہ میں مبعوث کیا گیا جب دنیا میں چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تھا اور بر و بحر میں ایک طوفانِ عظیم برپا ہو رہا تھا۔ مسلمان جن کو خیر الامت کا خطاب ملا تھا نبی عربی کی تعلیم سے کوسوں دُور جا پڑے تھے وہ عبادت کی راہیں جن پر قدم مارنے سے پہلوں نے خدا کے دربار تک رسائی حاصل کی تھی حقارت اور استخفاف کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں شرک جسکے خلاف سارا قرآن بھرا پڑا ہے مسلمانوں کے حرکات اور سکنات سے کھلے کھلے طور پر ظاہر ہو رہا تھا مردہ پیروں سے محبت کیجاتی تھی اور اسپر وہ بھروسا کیا جاتا تھا جو خود ذات باری تعالیٰ کے شایان شان ہے۔ قبروں پر جا کر سجدے کیئے جاتے تھے۔ شرابخوری زناکاری اور قماربازی کا میدان گرم تھا۔ مسلمانوں کی تمام سلطنتیں تباہ ہو چکی تھیں اور دو تین جو رہی سہی باقی تھیں انکا یہ حال ہو رہا تھا کہ اسلام کے لیئے بجائے فخر ہونا تو بجائے خود رہا اسکے لیئے جائے عار ہو رہی تھیں ادھر اسلام کا وجود خود بیرونی حملوں کا اسقدر شکار ہو رہا تھا کہ خیال کیا جاتا تھا کہ بس یہ آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں۔ نبیوں کے سرتاج محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر گندے سے گندے اعتراض کیئے جاتے تھے آپکے ازواج مطہرات کو مختلف قسم کے الزامات کا نشانہ بنایا

جارہا تھا۔ دجال نے پورے زور کے ساتھ خروج کیا تھا یاجوج ماجوج کی فوجیں ہر ایک اونچی جگہ سے اُمڈی چلی آتی تھیں، اسلام عیسائیت کے پاؤں پر جان کنی کی حالت میں پڑا تھا اور دہریت اپنے آپکو ایک خوبصورت شکل میں پیش کر رہی تھی مگر اس پر بھی مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور وہ خوابِ غفلت میں سویا کیئے حتّٰی کہ وقت آیا جب محمد صلعم کی روح اپنی اُمت کی حالتِ زار کو دیکھکر تڑپتی ہوئی آستانہ الٰہی پر گری اور عرض کیا کہ اے بادشاہوں کے بادشاہ اے غریبوں کے مدد کرنے والے! میری کشتی ایک خطرناک طوفان میں گھر گئی ہے میری بھیڑوں پر بھیڑیئے ٹوٹ پڑے ہیں میری اُمت شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے تو خود میری مدد فرما اور میری بھیڑوں کے لیئے کسی چرواہے کو بھیج۔ تب یکایک آسمان پر سے ظلمت کا پردہ پھٹا اور خدا کا ایک نبی فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے زمین پر اترا تا دنیا کو اِس طوفان عظیم سے بچا دے اور اُمت محمّدیہ کی گرتی ہوئی عمارت کو سنبھال لے لیکن یا حسرۃ علی العباد یا حسرۃ علی العباد یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسولٍ الّا کانوا بہ یستھزءون وہ جو دنیا کا آخری نجات دینے والا بنکر آسمان پر سے دنیا کی مصیبت کے وقت زمین پر اترا وہ جو اُمت محمّدیہ کی بھیڑوں پر حملہ کرنے والے بھیڑیوں کو ہلاک کرنے کے لیئے آیا وہ جو اسلام کی کشتی کو طوفان میں گھرے ہوئے دیکھکر اُٹھا تا اسے کنارہ پر لگائے وہ جو خیر الامم کو شیطان کے پنجہ میں گرفتار پا کر شیطان پر حملہ آور ہُوا وہ جو دجال کو زوروں پر دیکھکر اسکے طلسم کو پاش پاش کرنے کے لیئے آگے بڑھا وہ جو یاجوج ماجوج کی فوجوں کے سامنے اکیلا سینہ سپر ہُوا وہ جو مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں کو دُور کرنے کے لیئے امن کا شہزادہ بنکر زمین پر آیا وہ جو دنیا پر اندھیرا چھایا ہُوا پا کر آسمان پر سے نور کو لایا ہاں وہ محمد صلعم کا اکلوتا بیٹا جسکے زمانہ پر رسولوں نے ناز کیا تھا جب وہ زمین پر اُترا تو اُمت محمّدیہ کی بھیڑیں اسکے لیئے بھیڑیئے بن گئیں اسپر پتھر برسائے گئے اسکو مقدمات میں گھسیٹا گیا اسکے قتل کے منصوبے کیئے گئے اسپر کفر کے فتوے لگائے گئے اسکو اسلام کا دشمن قرار دیا اسکے پاس جانے سے لوگوں کو روکا گیا اسکے متبعین کو طرح طرح سے تکلیفیں دی گئیں لیکن آخر کار خدا کا فرمان پورا ہو کر رہا کتب اللہ لاغلبنّ انا و رسلی۔ وہ جو خدا کے نور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے حسبِ وعدہ الٰہی واللہ

متم نورہ ولوکرہ الکافرون ذلیل اور خوار کیئے گئے فاعتبروا یا اولا بصار
آہ۔ کیا یہ مسلمانوں کے لیئے شرم کے مارے ڈوب مرنے کا مقام نہیں کہ مسیح موعودؑ کی سب سے
زیادہ مخالفت انہوں نے کی۔ کیا انکو اسلام نے یہی تعلیم دی تھی کہ وہ جسکی عمر کا ایک ایک منٹ
اسلام کی خدمت میں گذرتا ہے اسکو اسلام کا دشمن قرار دیا جاوے اور اسکو کافر کے نام سے پکارا
جائے۔ مسیح موعودؑ سے پہلے تو ان لوگوں کے ایمان کا حال صرف خدا کو معلوم تھا کیونکہ وہ اُس زمین
کی مانند تھے جو اپنے اندر کوئی بیج لیئے ہوئے ہو اور بارش نے ابھی اس بیج کو کسی پودہ کی شکل میں
ظاہر نہ کیا ہو لیکن مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد انکے دلوں کا سارا گند باہر آگیا اور یہ صاف طور پر
ظاہر ہوگیا کہ جیسے عیسیٰؑ کے زمانہ کے لوگ باوجود تورات کے حامل ہونے کے درحقیقت موسیٰؑ کے
پیرو نہ رہے تھے اور جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے عیسائی صرف نام کے عیسائی
تھے ورنہ عیسیٰؑ ان سے بیزار تھا اور وہ عیسیٰؑ سے بیزار۔ اسی طرح مسیح موعودؑ کا وقت پانیوالے
مدعیانِ سلام اُس مذہب سے بہت دُور جا پڑے تھے جس مذہب کو فاران کی چوٹیوں پر سے
اُترنے والا آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں لایا۔ سچ ہے اگر مسلمان اسلام پر قائم ہوتے
تو کیا ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعودؑ کو بھیجتا جس نے آکر بھائی سے بھائی کو جُدا کر دیا اور
باپ سے بیٹے کو۔ اور بظاہر اسلام میں ایک نئے تفرقہ کی بنیاد قائم کر دی مگر نہیں اللہ تعالےٰ جو
دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے خوب جانتا تھا کہ ایمان دنیا سے مفقود ہے اور اسلام صرف
زبانوں تک محدود۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے کہ لو کان الایمان معلقاً
بالثریا لنالہ رجل من فارس۔ مخبر صادق نے پہلے سے ہی یہ خبر دے رکھی تھی
کہ ایک وقت آئیگا جب ایمان دنیا سے اُٹھ جائیگا تب اللہ تعالیٰ ایک فارسی النسل کو کھڑا
کریگا تا وہ نئے سرے سے لوگوں کو اسلام پر قائم کرے پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مخبر صادق
کی خبر غلط نکلے۔ ہم ساری دنیا کو جھوٹا ماننے کے لیئے تیار ہیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ محمد صلعم
کو ایک جھوٹی خبر دینے والا یقین کریں اُس نے جو کہا سچ کہا ایمان واقعی ثریا پر چلا گیا تھا مسیح موعودؑ
اسے پھر دنیا میں لایا پس وہ جس نے مسیح موعودؑ کا انکار کیا اس نے مسیح موعودؑ کا انکار نہیں کیا بلکہ

اس نے اُس ایمان کے لینے سے انکار کیا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لایا تھا اور وہ جس نے مسیح موعودؑ کو مان لیا اس نے اس ایمان کو حاصل کیا جو دنیا سے مفقود ہو چکا تھا۔ کیونکہ حدیث مذکورہ بالا صاف طور پر بتا رہی ہے کہ دنیا ایمان سے خالی ہے پس ہم اس شخص کو اب کس طرح مومن کہیں جو اُس ایمان کے لینے سے انکار کرتا ہے جسے مسیح موعودؑ ثریا سے اُتار کر دنیا میں لایا ہے کیونکہ وہ وہی ایمان ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے عرب کے ملک کو منور کر چکا ہے۔ فتدبّر

اب اُن دو اصولوں کو لو جن کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں اور وہ یہ کہ اول ہر مامور کا انکار تمام ماموروں کا انکار ہے کیونکہ ایمان ایمان کی وجہ سے نصیب ہوتا ہے پس وہ جو امامِ وقت کا انکار کرتا ہے اُسے پہلوں پر بھی کامل ایمان نہیں یا یوں کہو کہ انکار کرنیوالا چونکہ سعادت کے مادہ سے خالی ہے اس لئے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے کسی اور مرسل کے زمانہ کو پاتا تو اس کا بھی یقیناً انکار کرتا کیونکہ ہر ایک مرسل منہاج نبوت پر پرکھا جاتا ہے پس وہ جسکے معیار کے مطابق مسیح موعودؑ ایک نعوذ باللہ جھوٹا مدعیٔ رسالت ہے کس بنا پر محمد صلعم کی رسالت کو سچا جان سکتا ہے اور کس طرح عیسیٰؑ اور موسیٰؑ کو خدا کے رسول مان سکتا ہے۔ وہ جھوٹا ہے خواہ زبان سے ہزار دعویٰ کرے۔ لہٰذا یہ یقینی اور قطعی طور پر یقینی ہے کہ اگر اس زمانہ کے یہودی صفت مسلمان نبی کریمؐ کے وقت میں پیدا کیئے جاتے تو آپکے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے جو انہوں نے اِس زمانہ کے رسول کے ساتھ کیا اور اگر وہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا زمانہ پاتے تو انکا بھی اِسی طرح انکار کرتے کیونکہ مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ کا ایک نور ہے اور وہ آنکھ جو اِس نور کو نہیں دیکھ سکی وہ اندھی ہے کسی اور نور کو بھی نہیں دیکھ سکتی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اس اصل کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ آپ مخالفوں کا ذکر کرتے ہوئے اربعین صفحہ ۲۳ پر فرماتے ہیں کہ "ایسا شخص اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتا تو آپ کو بھی نہ مانتا اور اگر حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہوتا تو انکو بھی قبول نہ کرتا" پس مخالفین کا یہ دعویٰ کہ ہم مسلمان ہیں ایک زبانی دعویٰ ہے ورنہ اگر انہوں نے رسول عربیؐ کو درحقیقت پہچانا ہوتا تو انکی آنکھ مسیح موعودؑ کے پہچاننے میں دھوکا نہ کھاتی کیونکہ مسیح موعودؑ اپنے آقا کے لباس میں دنیا پر اُترا ہے۔ پس وہ صرف اس لئے مسلمان ہیں کہ وہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے ورنہ اسلام سے ان کو کوئی

سروکار نہیں۔ کیا کوئی احمد کا نام لیوا اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ اگر اس زمانہ کا بڑا منکر تیرہ سو سال پہلے عرب میں پیدا کیا جاتا تو ابو جہل سے جہالت میں کم رہتا اور کیا اگر اس زمانہ کا مرتد پٹیالوی رسول عربیؐ کے وقت کو پاتا تو مسیلمہ کذاب کی طرح آپ سے غداری نہ کرتا؟ دوستو! جہاں تم نے احمد کو محمدؐ کا کامل بروز مانا ہے وہاں احمد کے منکرین کو محمدؐ کے منکرین کا کامل بروز مانتے ہوئے تمھیں کونسی بات روکتی ہے۔ اور پھر اس پر بھی تو غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی دو بعثتوں کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے جیسا کہ آتا ہے هو الذی بعث فی الامیین رسولا یتلوا علیهم ایته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۰ واخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم - اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ جس طرح نبی کریمؐ کو اُمیوں یعنی مکے والوں میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اسی طرح ایک اور قوم میں بھی آپ کو مبعوث کیا جائے گا جو ابھی تک دنیا میں پیدا نہیں کی گئی۔ لیکن چونکہ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے کہ ایک شخص جب فوت ہو جاوے تو اسے پھر دنیا میں لایا جاوے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے متعلق قرآن کریم میں صاف فرما دیا ہے کہ انهم لا یرجعون پس یہ وعدہ اُس صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ جب نبی کریمؐ کی بعثت ثانی کے لئے ایک ایسے شخص کو چنا جاوے جس نے آپ کے کمالات نبوت سے پورا حصہ لیا ہو اور جو حسن اور احسان اور ہدایت خلق اللہ میں آپ کا مشابہ ہو اور جو آپکی اتباع میں اسقدر آگے نکل گیا ہو کہ بس آپ کی ایک زندہ تصویر بنجاوے تو بلا ریب ایسے شخص کا دنیا میں آنا خود نبی کریمؐ کا دنیا میں آنا ہے اور چونکہ مشابہت تامہ کی وجہ سے مسیح موعودؑ اور نبی کریمؐ میں کوئی دوئی باقی نہیں رہی حتیٰ کہ ان دونوں کے وجود بھی ایک وجود کا ہی حکم رکھتے ہیں جیسا کہ خود مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ صار وجودی وجوده (دیکھو خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱) اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا کہ مسیح موعودؑ میری قبر میں دفن کیا جاویگا جس سے یہی مراد ہے کہ وہ میں ہی ہوں یعنی مسیح موعودؑ نبی کریمؐ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو بروزی رنگ میں دوبارہ دنیا میں آئیگا تا اشاعت اسلام

کا کام پورا کرے اور ھوالذی ارسل رسوله بالهدٰی ودین الحق لیظهره
علی الدین کله کے فرمان کے مطابق تمام ادیان باطلہ پر اتمام حجت کرکے اسلام کو دنیا
کے کونوں تک پہنچاوے تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ
قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلعم کو اُتارا تا اپنے وعدہ کو پورا کرے جو اس نے اٰخرین
منھم لما یلحقوا بھم میں فرمایا تھا۔ یہ مَیں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ مسیح موعودؑ
نے خود خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰ میں آیت اٰخرین منھم کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ
"کس طرح منھم کے لفظ کا مفہوم متحقق ہو اگر رسول کریم اٰخرین میں موجود نہ ہوں
جیسا پہلوں میں موجود تھے" پس وہ جس نے مسیح موعودؑ اور نبی کریمؐ کو دو وجودوں
کے رنگ میں لیا اس نے مسیح موعودؑ کی مخالفت کی کیونکہ مسیح موعودؑ کہتا ہے صار وجودی وجوده
اور جس نے مسیح موعودؑ اور نبی کریم میں تفریق کی اس نے بھی مسیح موعودؑ کی تعلیم کے خلاف
قدم مارا کیونکہ مسیح موعودؑ صاف فرماتا ہے کہ من فرق بینی وبین المصطفٰی فما
عرفنی وما رأٰی (دیکھو خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱) اور وہ جس نے مسیح موعودؑ کی بعثت کو نبی کریمؐ کی بعثت
ثانی نہ جانا اس نے قرآن کو پس پشت ڈالدیا کیونکہ قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ محمد رسول اللہ
ایک دفعہ پھر دنیا میں آئیگا۔ پس ان سب باتوں کے سمجھ لینے کے بعد اس بات میں کوئی
شک باقی نہیں رہتا کہ وہ جس نے مسیح موعودؑ کا انکار کیا اس نے مسیح موعودؑ کا انکار نہیں کیا
بلکہ اس نے اُسکا انکار کیا جسکی بعثت ثانی کے وعدہ کو پورا کرنے کے لیئے مسیح موعودؑ مبعوث
کیا گیا اور اس نے اُسکا انکار کیا جس نے اٰخرین میں آنا تھا اور پھر اس نے اُس کا انکار
کیا جس نے اپنی قبر سے اُٹھکر حسب وعدہ پھر اپنی قبر میں جانا تھا پس اے نادان! تو مسیح
موعودؑ کے انکار کو کوئی معمولی بات نہ جان کیونکہ محمدؐ نے اپنے ہاتھوں سے اپنی نبوت کی
چادر اسپر اوڑھائی ہے اور اگر تیرا دل غیروں کے پنجے میں گرفتار ہے اور انکی محبت
تجھے چین نہیں لینے دیتی تو جا پہلے اٰخرین منھم کی آیت قرآن سے نکال پھینک
اور پھر جو تیرے دل میں آئے کہہ۔ کیونکہ جبتک یہ آیت قرآن کریم میں موجود ہے اُسوقت
تک تو مجبور ہے کہ مسیح موعودؑ کو محمدؐ کی شان میں قبول کرے اور یا مسیح موعودؑ سے ارتداد کی

راہ اختیار کرکے کھلے بندوں غیروں سے ہم آغوش ہو جائے دوسرا اصول جو میں نے اس مضمون کے شروع میں بیان کیا تھا وہ یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کسی مامور کو مبعوث نہیں فرماتا جب تک دنیا کے لوگ الٰہی صفات میں سے کسی صفت کو عملی طور پر معطل نہ قرار نہ دینے لگیں اور جب تک اللہ تعالیٰ کا نورانی چہرہ اہل دنیا کی نظر میں گرد آلود نہ ہو جاوے اس لیئے یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ جو اللہ تعالیٰ کے کسی مرسل کا انکار کرتا ہے درحقیقت خود ذات باری تعالیٰ کا انکار کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ایمان باللہ اور ایمان بالرسل کو لازم ملزوم کے طور پر رکھا ہے کیونکہ رسولوں پر ایمان لانے کے بغیر توحید کامل نہیں ہو سکتی۔ نجات کے لیئے صرف یہ کہدینا کافی نہیں ہے کہ اللہ ایک ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو اسکی تمام صفات کے ساتھ متصف ماننا ازبس ضروری ہے اور یہ بات کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جبتک توحید کو رسولوں کے ذریعہ نہ سیکھا جاوے اس مضمون کو حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں خوب کھول کر بیان فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ فطرتی ایمان ایک لعنت ہے اور یہ کہ ایمان باللہ ایمان بالرسل کے بغیر کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اب اگر یہ مانا جاوے کہ مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے دنیا میں حقیقی توحید موجود تھی جس پر کہ نجات کا مدار ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو بھیجنے سے نعوذ باللہ ایک لغو کام کیا اور تحصیل حاصل کے لیئے دنیا کو خواہ مخواہ مصائب کے پنجے میں گرفتار کر دیا اور اگر یہ مانا جاوے کہ مسیح موعودؑ عین وقت پر دنیا میں بھیجا گیا جب کہ دنیا کو اسکی بڑی ضرورت تھی تو پھر اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جو اُسے نہیں مانتا اس میں حقیقی توحید نہیں پس اب تم کو اختیار ہے کہ یا تو مسیح موعود کی بعثت کو بے وقت قرار دو اور خدا کے کام کو لغو جانو اور یا پھر اس بات کا اقرار کرو کہ جو مسیح موعود کا انکار کرتا ہے اس میں ایمان کی بو نہیں اور وہ باطن میں خدا کا منکر ہے۔ غرض یہ دو اصول جو میں نے اوپر بیان کیئے ہیں صاف طور پر بتارہے ہیں کہ کسی مامور من اللہ کا انکار کوئی معمولی بات نہیں ہے اور خاصکر اُس فرد کامل کا انکار جس کا دنیا میں آنا خود محمد صلعم کا آنا ہے۔ فتدبر

اب اسقدر سمجھ لینے کے بعد مسیح موعودؑ کے اُس فقرہ پر نظر ڈالو جو اُس نے حقیقۃ الوحی

صفحہ ۱۶۳ پر تحریر فرمایا ہے کہ "جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا"۔ الخ
پھر دیکھو مذکورہ بالا دونوں اصول میری اپنی طرف سے نہیں ہیں بلکہ انکی سچائی پر اس شخص نے مہر لگائی ہے جس کو تم لوگ حکم اور عدل کے نام سے پکارتے ہو۔ اس قدر لکھنے کے بعد میں اس مضمون کو مختلف بابوں میں تقسیم کرتا ہوں تا مختلف پہلوؤں سے مضمون پر روشنی ڈالی جاسکے۔ وماتوفیقی الا باللہ

باب اوّل

اس باب میں بعض اُن قرآنی آیات کا ذکر ہوگا جن سے اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام رسولوں پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا ہے اور اُن لوگوں کو کافر کے نام سے پکارا ہے جو سب رسولوں پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتے۔

سو واضح ہو کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفت میں فرمایا ہے کہ انکا یہ قول ہوتا ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ (آخری رکوع سورۃ بقر) یعنی اللہ تعالےٰ کے رسولوں میں تفریق نہیں کرتے یہ کہ بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کردیں پس ثابت ہوا کہ مومن بننے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ضروری قرار دیا ہے کہ اسکے تمام رسولوں کو بلا تفریق مانا جاوے اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا رسولوں کے مدارج کے متعلق ہے ان پر ایمان لانے کے متعلق نہیں یہ ایسے لوگوں کی کم علمی اور قلت تدبر پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری جگہ قرآن کریم صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض یعنی ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے پس ایسی صاف اور محکم آیت کے موجود ہوتے ہوئے بھی جو شخص لا نفرق بین احد من رسلہ کے یہ معنی کرتا ہے کہ ہم رسولوں کے مدارج میں فرق نہیں کرتے وہ قرآن کریم کی اس آیت سے ڈرے کہ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ الخ پس یہ بات بالکل یقینی ہے کہ ہر ایک وہ شخص جسکو ایمان

کا دعویٰ ہے مومن نہیں کہلا سکتا جب تک اسکی حالت اس آیت کی مصداق نہ ہو کہ لا نفرق بین احد من رسلہ اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ ہم کسی شخص کو مومن نہ کہیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرستادوں پر ایمان نہ لے آوے کیونکہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے بعض رسولوں کا انکار کرکے پھر بھی مومن کہلا سکتا ہے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ مذہب بھی ایک کھیل ہے انسان جو دل میں آئے کرے جس رسول کو چاہے مان لے جس کا چاہے انکار کر دے اور پھر مومن کا مومن!

غرض یہ بات عند القرآن اور عند العقل پایہ ثبوت تک پہنچی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں کو ماننے کے بغیر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔ ورنہ یہ ماننا پڑیگا کہ بعض رسولوں کی بعثت نعوذ باللہ لغو ہوتی ہے۔

اسجگہ یہ بھی یاد رہے کہ کفر دو قسم کا ہوتا ہے ایک ظاہری کفر اور ایک باطنی کفر۔ ظاہری کفر تو یہ ہے کہ انسان کسی نبی کا کھلے طور پر انکار کر دے اور اسکو مامور بہدایت خلق اللہ نہ مانے جس طرح پر کہ یہود نے مسیح ناصری کا انکار کیا یا جس طرح نصاریٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کی طرف سے نہ مانا اور باطنی کفر یہ ہے کہ ظاہرا طور پر تو کسی نبی پر ایمان لانے کا اقرار کیا جاوے اور اسکو اللہ کی طرف سے مامور سمجھا جاوے لیکن حقیقت میں انسان اس نبی کی تعلیم سے بہت دور ہو اور اس کی پیشگوئیوں پر پورا ایمان نہ لائے اور صرف اسمی طور پر اسکی طرف منسوب کیا جاوے جیسا کہ مسیح ناصری کے زمانہ میں یہود کا حال تھا۔ وہ گو ظاہرا طور پر تورات کے حامل تھے اور موسیٰؑ کی اُمت میں اپنے آپ کو شمار کرتے تھے لیکن مسیحؑ کی آمد نے انکا سارا راز طشت از بام کر دیا اور یہ بات صاف طور پر ظاہر ہو گئی کہ حقیقت میں یہود موسیٰؑ کی تعلیم سے بہت دور جا پڑے تھے اور اُنہوں نے تورات کو پس پُشت ڈال دیا تھا اور انکا موسیٰؑ کی اُمت میں ہونیکا دعویٰ صرف زبانی دعویٰ تھا جو آزمانے پر غلط نکلا۔ مسیحؑ ناصری یہود کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک امتحان کی شکل میں نازل ہوا تا خبیث اور طیب میں تمیز پیدا ہو جاوے اور تا اس بات کا پتہ لگے کہ یہود میں سے کون اپنے دعوے میں سچا اور کون جھوٹا ہے بس یہود نے مسیحؑ کے انکار سے اپنے اوپر دو کفر لیئے ایک مسیحؑ کا ظاہری کفر۔ اور ایک موسیٰؑ اور موسیٰؑ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاءؑ کا باطنی کفر۔ یہی حال نبی کریم صلعم کا زمانہ پانے والے

نصاریٰ کا ہے جنہوں نے آپ کا انکار کر کے اس بات پر بھی مہر لگا دی کہ وہ مسیح ناصری پر ایمان لانے کے دعویٰ میں جھوٹے تھے اور اسکی تعلیم کو دلوں سے بھلا چکے تھے پس انہوں نے بھی دو قسم کا کفر کیا اول نبی کریم کا ظاہری کفر اور دوسرے مسیح ناصری اور اس سے پہلے کے تمام انبیاءؑ کا باطنی کفر۔ اب یہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ ایک رسول کے انکار سے باقی تمام رسولوں کا انکار لازم آتا ہے۔ ہاں ہم یہ نہیں کہتے کہ ایک رسول کا ظاہری کفر باقی رسولوں کا بھی ظاہری کفر ہے کیونکہ ظاہری کفر زبانی انکار سے تعلق رکھتا ہے اس لیئے بغیر کسی کی طرف سے زبانی انکار کے اُس پر ظاہری کفر کا فتویٰ لگانا جائز نہیں ایک شخص اگر کہتا ہے کہ میں نبی کریمؐ کو مانتا ہوں تو پھر ہمارا کوئی حق نہیں ہے کہ ہم کہیں کہ وہ آپ کا ظاہری کافر ہے ہاں اگر وہ اللہ تعالیٰ کے کسی اور رسول کے ظاہری کفر کو اپنے اوپر لیتا ہے تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے نبی کریم صلعم کا بھی باطنی کفر کیا کیونکہ ایک رسول کے ظاہری کفر سے دوسرے رسولوں کا باطنی کفر لازم آتا ہے جیسا کہ میں اوپر بتا آیا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن کے لیئے تمام رسولوں پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا ہے تا انسان کسی ایک رسول کا انکار کر کے اپنے پہلے ایمان کو بھی ضائع نہ کر دے۔ ہاں یہ ہم نہیں کہتے کہ سارے کافر ایک سے ہی ہیں۔ بلا ریب ہندوؤں کی نسبت یہود ہمارے زیادہ قریب ہیں اسی طرح یہود کی نسبت نصاریٰ ہم سے قریب تر ہیں مگر کافر کا لفظ سب پر یکساں عاید ہوگا اور انمیں سے کوئی بھی مومن نہیں کہلا سکیگا کیونکہ مومن کے لیئے سب رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ پھر پہلے پارہ کے آخری رکوع میں بھی اللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کو حکم دیا ہے کہ کہو لا نفرق بین احد منھم اور پھر تیسرے پارہ کے آخری رکوع میں اسی آیت کا اعادہ کیا ہے جس سے اس حکم کی تاکید مزید ثابت ہوتی ہے۔ پھر چھٹے پارہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولٰئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا۔ یعنی وہ لوگ

جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کریں یعنی اللہ پر ایمان لے آئیں اور رسولوں کو نہ مانیں یا کہتے ہیں کہ ہم بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں بھی مانتے اور چاہتے ہیں کہ کوئی بین بین کی راہ نکالیں یہی لوگ پکے کافر ہیں اور اللہ نے کافروں کے لیئے ذلیل کرنیوالا عذاب تجویز کیا ہے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کھلے الفاظ میں ان لوگوں کا رد کیا ہے جو تمام رسولوں کا ماننا جزو ایمان نہیں سمجھتے۔ پس اس آیت کے ماتحت ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰؑ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں مانتا اور یا محمدؐ کو مانتا ہے پر مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہ فتویٰ ہماری طرف سے نہیں ہے بلکہ اُس کی طرف سے ہے جس نے اپنے کلام میں ایسے لوگوں کے لیئے اولٰئک ھم الکافرون حقا فرمایا ہے۔ فتدبروا

اور اگر یہ کہا جاوے کہ اس آیت میں تو صرف رسولوں پر ایمان لانے کا سوال ہے مسیح موعودؑ کا کوئی ذکر نہیں تو ایسا کہنا ایک ظلم عظیم ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مسیح موعودؑ کے متعلق بیسیوں جگہ نبی اور رسول کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جیسا کہ فرمایا "دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اُسکو قبول نہ کیا" یا جیسے فرمایا یا ایھا النبي اطعموا الجائع والمعتر یا جس طرح فرمایا انی مع الرسول اقوم اور مسیح موعودؑ نے ابھی اپنی کتابوں میں اپنے دعویٰ رسالت اور نبوت کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں" (دیکھو بدر ۵۔ مارچ ۱۹۰۸ء) یا جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کرسکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اسوقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں" (دیکھو خط حضرت مسیح موعودؑ بطرف ایڈیٹر اخبار عام لاہور) یہ خط حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وفات سے صرف تین دن پہلے یعنی ۲۳۔ مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا اور آپ کا یوم وصال ۲۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام میں شائع ہوا۔ پھر اسی پر بس نہیں کہ مسیح موعودؑ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے بلکہ نبیوں کے سرتاج محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آنیوالے مسیح کا نام نبی اللہ رکھا جیسا کہ صحیح مسلم سے

ظاہر ہے پس ان تین عظیم الشان شہادتوں کے ہوتے ہوئے کون ہے جو مسیح موعودؑ کی نبوت سے انکار کرے اور اگر یہ کہو کہ جب رسول کریم صلعم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین قرار دیا ہے تو پھر آپ کے بعد کوئی نبی کس طرح آسکتا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ اول تو خاتَم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے خاتِم کا نہیں کہ تا آخری کے معنی کیئے جائیں اور دوسرے یہ کہ اگر خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپکے بعد کوئی نبی نہیں ہے تو پھر آپنے کیوں خود آنیوالے مسیح کا نام نبی اللہ رکھا اور اسکو اپنی زبان مبارک سے اس نام کے ساتھ پکارا۔ پس یہ صاف ظاہر ہے کہ نبی کریمؐ نے کبھی بھی خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں کیئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ورنہ آپ ہرگز ہرگز مسیح موعودؑ کا نام نبی اللہ نہ رکھتے اور اگر یہ کہو کہ پھر نبی کریمؐ نے یہ کیوں فرمایا کہ لا نبي بعدي جس سے پتہ لگتا ہے کہ آپکے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئیگا تو اس کا جواب وہی ہے جو مسیح موعودؑ نے اپنی کتابوں میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہے جو آپ کی نبوت میں رخنہ انداز ہو اور آپکے جوئے سے آزاد رہکر نبوت کا انعام پاوے یا آپ کی لائی ہوئی شریعت پر کوئی ایزاد یا کمی کرے مگر وہ جو آپکی اُمت میں سے ایک فرد ہے اور آپ کی غلامی کو اپنے لیئے فخر خیال کرتا ہے اور آپ کی محبت اور اتباع میں اس قدر آگے نکل گیا ہے کہ اس کا اپنا وجود درمیان میں باقی نہیں رہا تو بلاریب ایسا شخص نبی کریم صلعم کی ایک زندہ تصویر ہے اور اس میں اور آپ میں کوئی دوئی نہیں پس اس پر ظلّی طور پر آپکی نبوت کی چادر چڑھائی جائیگی تا مشابہت پوری ہو اسی واسطے حضرت مسیح موعود نے اپنی نبوت کے متعلق اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں تحریر فرمایا ہے کہ "محمدؐ کی چیز محمدؐ کے پاس ہی رہی" اور یہی لا نبي بعدي کے معنی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی لا نبي بعدي کی حدیث سُنکر یہ ڈر پیدا ہوا کہ کہیں لوگ اس سے یہ غلط مفہوم نہ نکال لیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہر ایک قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے اس لیئے انہوں نے لوگوں کو ٹھوکر سے بچانے کے لیئے فرمایا کہ قولوا خاتم النبيين ولا تقولوا لا نبي بعده یعنی تم لوگ یہ کہا کرو کہ رسول کریم خاتم النبیین ہیں لیکن یہ نہ کہا کرو کہ آپکے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت عائشہ خود تو اپنی فراست اور نبی کریمؐ کے قرب کی وجہ سے اس بات کو

خوب سمجھتی تھیں کہ لا نبي بعدي کے وہی معنی ہیں جو خاتم النبیین کے ہیں لیکن آپ نے عوام الناس کو ٹھوکر سے بچانے کے لیئے فرمایا کہ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبي بعدہ گر وائے قسمت مسلمانوں کی کہ جس ٹھوکر سے انکو ان کی مادر مشفق نے متنبہ کر دیا تھا انہوں نے اسی جگہ ٹھوکر کھائی۔

اس جگہ یہ یاد رہے کہ آجتک نبوت تین قسم پر ظاہر ہو چکی ہے اوّل تشریعی نبوت جس کی دو موٹی مثالیں موسیٰؑ کی نبوت اور نبوت محمدیہ ہیں ایسی نبوت کو مسیح موعودؑ نے حقیقی نبوت کے نام سے پکارا ہے۔ دوئم وہ نبوت جس کے لیئے تشریعی یعنی حقیقی ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف اتنا ضروری ہے کہ وہ بلا واسطہ جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ملے جیسے عیسیٰ یحییٰ داؤد سلیمان اور ذکریا علیہم السلام کی نبوتیں یہ لوگ گو موسیٰؑ کی شریعت کے پابند تھے اور ان کا مشن صرف تورات کی اشاعت تھا لیکن تاہم انہوں نے موسیٰؑ کی اتباع کی وجہ سے نبوت نہیں پائی کیونکہ تورات کی تعلیم بوجہ خصوصیات زمانی اور مکانی کے اس درجہ کی نہ تھی کہ اس پر کاربند ہونے کی وجہ سے کوئی شخص نبوت کا درجہ پا سکے بلکہ ایک حد تک تورات انسان کو چلاتی تھی اور پھر جسکو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا درجہ دینا ہوتا تھا اسی براہ راست بلند کر کے نبوت عطا کی جاتی تھی ایسی نبوت حضرت مسیح موعودؑ کی اصطلاح میں مستقل نبوت ہے تیسری قسم نبوت کی ظلی نبوت ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ نہ تو انسان کوئی نئی شریعت لائے جس سے حقیقی نبی بنجاتا ہے جیسے موسیٰؑ اور نہ اُسے براہ راست نبوت ملی ہو جس سے مستقل نبی کہلاتا ہے جیسے عیسیٰ بلکہ ایک ایسے کامل انسان کی اتباع کی وجہ سے نبوت ملے جسکے قدم بقدم چلنا نبوت کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی نبوت نبی کریم صلعم سے پہلے ممکن نہ تھی کیونکہ آپ سے پہلے کوئی ایسا شخص نہ گذرا تھا جسکی کامل اتباع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت مل سکے اور نہ قرآن کریم سے پہلے کوئی ایسی کتاب تھی جسپر پورے طور پر کاربند ہونے سے انسان نبوت کا درجہ حاصل کر سکے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حقیقی اور مستقل نبی تو ہوتے رہے مگر ظلی نبی کوئی نہ ہوا کیونکہ آپ سے پہلے دنیا میں کوئی کامل انسان موجود نہ تھا اور قرآن سے پہلے کوئی کامل کتاب نہ تھی مگر آپ کی آمد سے

مستقل اور حقیقی نبوتوں کا دروازہ بند ہوگیا اور ظلی نبوت کا دروازہ کھولا گیا پس اب جو ظلی نبی ہوتا ہے وہ نبوت کی مہر کو توڑنے والا نہیں کیونکہ اسکی نبوت اپنی ذات میں کچھ چیز نہیں بلکہ وہ محمد کی نبوت کا ظل ہے نہ کہ مستقل نبوت"۔ اور یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظلی یا بروزی نبوت گھٹیا قسم کی نبوت ہے یہ محض ایک نفس کا دھوکا ہے جس کی کوئی بھی حقیقت نہیں کیونکہ ظلی نبوت کے لیئے یہ ضروری ہے کہ انسان نبی کریم صلعم کی اتباع میں اسقدر غرق ہو جاوے کہ من تو شدم تو من شدی کے درجہ کو پالے ایسی صورت میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع کمالات کو عکس کے رنگ میں اپنے اندر اترتا پائیگا حتیٰ کہ ان دونوں میں قرب اتنا بڑھیگا کہ نبی کریم صلعم کی نبوت کی چادر بھی اس پر چڑھائی جائیگی تب جاکر وہ ظلی نبی کہلائیگا پس جب ظل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی پوری تصویر ہو اور اسی پر تمام انبیاءؑ کا اتفاق ہے تو وہ نادان جو مسیح موعودؑ کی ظلی نبوت کو ایک گھٹیا قسم کی نبوت سمجھتا یا اسکے معنی ناقص نبوت کے کرتا ہے وہ ہوش میں آوے اور اپنے اسلام کی فکر کرے کیونکہ اس نے اس نبوت کی شان پر حملہ کیا ہے جو تمام نبوتوں کی سرتاج ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کو کیوں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت پر ٹھوکر لگتی ہے اور کیوں بعض لوگ آپ کی نبوت کو ناقص نبوت سمجھتے ہیں کیونکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ آنحضرت صلعم کے بروز ہونے کی وجہ سے ظلی نبی تھے اور اس ظلی نبوت کا پایہ بہت بلند ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے انکے لیئے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام کمالات رکھے جاویں جو نبی کریم صلعم میں رکھے گئے بلکہ ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے تھے کسی کو بہت کسی کو کم۔ مگر مسیح موعودؑ کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہوگیا کہ ظلی نبی کہلائے پس ظلی نبوت نے مسیح موعودؑ کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اسقدر آگے بڑھایا کہ نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔ اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ عیسیٰؑ کے لیئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ نبی کریمؐ کے تمام کمالات حاصل کر لینے کے بعد نبی بنایا جاتا۔ داؤدؑ اور سلیمانؑ کے لیئے یہ ضروری نہ تھا کہ انکو نبی کا خطاب تب دیا جاتا جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات سے پورا حصہ لے لیتے اور پھر میں تو یہ بھی کہوں گا کہ موسیٰؑ کے لیئے بھی یہ ضروری نہ تھا

کہ اُسے اُسوقت تک نبوت نہ ملے جب تک وہ محمد صلعم کی خوبیوں کو اپنے اندر جمع نہ کرلے کیونکہ ان سب لوگوں کا کام خصوصیات زمانی اور مکانی کی وجہ سے ایک تنگ دائرہ میں محدود تھا لیکن مسیح موعودؑ چونکہ تمام دنیا کی ہدایت کے لیئے مبعوث کیا گیا تھا اس لیئے اللہ تعالیٰ نے اُسے ہرگز نبوت کا خلعت نہیں پہنایا جب تک اس نے نبی کریمؐ کی اتباع میں چلکر آپکے تمام کمالات کو حاصل کرلیا پس مسیح موعودؑ کی ظلّی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں بلکہ خدا کی قسم اِس نبوت نے جہاں آقا کے درجہ کو بلند کیا ہے وہاں غلام کو بھی اُس مقام پر کھڑا کر دیا ہے جس تک انبیائے بنی اسرائیل کی پہنچ نہیں۔ مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے اپنے آپکو بچالے۔

غور کا مقام ہے کہ ہم موسیٰؑ کو تو صرف اس لیئے نبی کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اسکو نبی کہا ہے۔ عیسیٰؑ کو نبی اللہ صرف اس لیئے جانیں کہ قرآن کریم میں اسکی نسبت نبی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے مگر جب مسیح موعودؑ کا سوال آدے تو ہم اُس اصول کو چھوڑ کر لفظی تاویلات میں پڑ جاویں۔ موسیٰ اور عیسیٰ کی نبوت کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں سوائے اسکے کہ اللہ کے کلام نے انکو بطور نبی کے پیش کیا ہے پس جب اُسی خدا کے کلام میں مسیح موعودؑ کو کئی دفعہ نبی کے نام سے پکارا گیا ہے تو ہم کون ہیں کہ اسکی نبوت کا انکار کریں۔ کیا جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے خدا صادق القول تھا اور اس کا کلام سچا اور غلطی سے پاک تھا اس زمانہ میں وہ نعوذ باللہ صادق القول نہیں ہے اور اس کا کلام اس قابل نہیں رہا کہ انسان اسکو سچا جان سکے اور اسپر ایمان لے آئے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

غرضیکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ کا ایک رسول اور نبی تھا اور وہی نبی تھا جس کو نبی کریم صلعم نے نبی اللہ کے نام سے پکارا اور وہی نبی تھا جسکو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں یا ایّھا النّبیّ کے الفاظ سے مخاطب کیا ہاں مسیح موعودؑ صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی تا نبی کریم کی قوّتِ قدسیہ اور کمالِ فیضان ثابت ہو۔

اسجگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نبی کریمؐ کی قوّتِ قدسیہ کا اچھا فیضان ہے کہ موسیٰ کی شریعت کی خدمت کے لیئے تو سینکڑوں نبی آئے مگر اُمّتِ محمدیہ میں ایسا شخص

صرف ایک ہی نکلا جسکو رسالت اور نبوت کا درجہ عطا کیا گیا حالانکہ کہا جاتا ہے کہ اُمت محمدیہ موسیٰؑ کی اُمت سے شان میں ہزار ہا درجہ بڑھکر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰؑ کو جو کتاب دی گئی تھی وہ کئی لحاظ سے ناقص تھی مثلاً سب سے بڑا نقص اس میں یہ تھا کہ اس میں دعاوی ہی دعاوی بھرے ہوئے تھے مگر دلائل نہ تھے اس لیئے ضرورت پیش آتی تھی کہ تورات کے قیام کیلیئے پے درپے نبی بھیجے جائیں تا وہ اپنے معجزات کی مدد سے اسکو خدا کا کلام ثابت کرتے رہیں جب ایک نبی مرجاتا اور اس کے معجزات لوگوں کے لیئے قصّے کہانیاں ہوجاتے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ تورات ایک مُردہ جسم کی طرح رہ جاتی تھی کیونکہ اس کے اندر معجزات اور زندہ نشان اور بینات موجود نہیں تھے اس لیئے فوراً دوسرے نبی کو کھڑا کیا جاتا تھا تا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ معجزات دکھائے اور لوگوں پر اپنی سچائی ظاہر کرے اور پھر اپنی وساطت سے تورات پر لوگوں کو قائم کرے لیکن قرآن کے ہر ایک دعویٰ کے ساتھ دلائل موجود ہیں اور اسلیئے قرآن کو ایسے نبیوں کی ضرورت نہیں جو لوگوں کو آکر پہلے کچھ معجزات دکھائیں اور پھر قرآن پر ایمان پیدا کرائیں ہاں اُمت محمدیہ میں ایسے لوگ بے شک ہوتے رہے ہیں جو اللہ کی طرف سے ان غلطیوں کے دُور کرنیکے کام پر لگائے جاتے تھے جو عوام الناس کو قرآن کریم کے سمجھنے میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی رہی ہیں اور یا اُن کا یہ کام ہوتا تھا کہ لوگوں کو قرآن کریم کی طرف متوجہ کرتے رہیں اور انکو اعمال میں سست نہ ہونے دیں مگر قرآن کریم تورات کی طرح مردہ کبھی نہیں ہوا تا اسے نبیوں کی ضرورت پیش آتی ہاں نبی کریم کی اُمت میں سے ایک نبی ضرور ہونا تھا اور وہ اس طرح کہ نبی کریم نے پیشگوئی کی تھی کہ میری اُمت پر ایک وقت آئیگا کہ انکے درمیان سے قرآن اُٹھ جائیگا اور ایمان ثریا پر چلا جائیگا تب ایک شخص کو خدا کھڑا کریگا جو گمشدہ قرآن کو دوبارہ دنیا میں لائیگا اور اُمت محمدیہ کو پھر شریعت اسلام پر قائم کریگا۔ پس اب معاملہ صاف ہے چونکہ قرآن کو کسی نبی کے ذریعہ بیرونی دلائل کی ضرورت نہیں اس لیئے جب تک وہ دنیا میں موجود رہا کوئی نبی مبعوث نہ کیا گیا لیکن جب قرآن حسب پیشگوئی مخبر صادق دنیا سے مفقود ہوگیا تب ضرورت پیش آئی کہ ایک نبی کو بھیجکر اس پر دوبارہ

قرآن کریم اُتارا جاوے تا قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ پورا ہو اور یہ نبی کوئی اور نہیں ہے بلکہ خود محمد رسول اللہ صلعم ہے جو بروزی رنگ پر دنیا میں آیا کیونکہ غیر کے آنے سے مُہر نبوت ٹوٹتی ہے۔
دوسرے یہ کہ چونکہ خاتم النبیین کی بعثت سے پہلے نبوت مستقلہ کا دروازہ کھلا تھا اس لئے موسیٰ کی اُمت میں بہت نبی آئے کیونکہ ان کے لیئے یہ ضروری نہ تھا کہ جب تک وہ نبوت کے تمام کمالات کو حاصل نہ کریں انکو نبوت نہ ملے بلکہ ہر ایک زمانہ کی ضروریات کے مطابق نبیوں میں کمالات رکھے جاتے تھے لیکن خاتم النبیین کی بعثت سے نبوت مستقلہ کا دروازہ ہمیشہ کیلیئے بند ہو گیا اور ظلی نبوت کا دروازہ کھولا گیا جسکے یہ معنی ہیں کہ آپکے بعد نبوت صرف اسی کو مل سکتی ہے جو آپکی اتباع میں اسقدر آگے نکل گیا ہو کہ اسکا اپنا وجود درمیان میں نہ رہے کیونکہ ظل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی کامل تصویر ہو اب اگر آپکے بعد بھی بہت سے نبی آجاتے تو پھر آپ کی شان لوگوں کی نظروں سے گر جاتی کیونکہ آپکے بعد بہت سے نبیوں کے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلعم کا درجہ اتنا معمولی ہے کہ بہت سے لوگ محمد رسول اللہ بن سکتے ہیں کیونکہ جو کوئی بھی ظلی نبی ہوگا وہ بوجہ نبی کریم صلعم کے تمام کمالات حاصل کر لینے کے محمد رسولؐ ہی کہلائے گا۔ پس اس لیئے اُمتِ محمدیہ میں صرف ایک شخص نے نبوت کا درجہ پایا اور باقیوں کو یہ رتبہ نصیب نہیں ہوا کیونکہ ہر ایک کا کام نہیں کہ اتنی ترقی کر سکے۔ بیشک اس اُمت میں بہت سارے ایسے لوگ پیدا ہوئے جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے حکم کے ماتحت انبیائے بنی اسرائیل کے ہم پلہ تھے لیکن ان میں سوائے مسیح موعودؑ کے کسی نے بھی نبی کریمؐ کی اتباع کا تنا نمونہ نہیں دکھایا کہ نبی کریمؐ کا کامل ظل کہلا سکے اس لیئے نبی کہلانے کے لیئے صرف مسیح موعودؑ مخصوص کیا گیا۔ ہاں اگر نبوت مستقلہ کا دروازہ اس اُمت میں کھلا ہوتا تو یقیناً اس اُمت کے نبیوں کی تعداد انبیائے بنی اسرائیل سے بہت بڑھ جاتی پس بے شک نبیوں کی تعداد کے لحاظ سے موسوی سلسلہ محمدی سلسلہ پر ایک گونہ فوقیت رکھتا ہے مگر یہ فوقیت اسی قسم کی ہے جیسی بنی اسحاق کو بنی اسماعیل پر حاصل ہے۔
لاریب اسرائیل عورتوں نے کئی ایسے بیٹے جنے جو نبی کہلائے مگر خدا کی قسم آمنہ کے بطن سے

جو بیٹا پیدا ہوا اسکے مقابل اگر اسرائیل خاندان کے سارے بیٹے بھی ترازو میں رکھے جاویں تو تب بھی اسمٰعیلی پلہ امر در جھکار ہیگا اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح بیشک تورات کو بہت سے نبی خدمت کے لیئے عطا ہوئے لیکن قرآن کی خدمت کے لیئے جو نبی اُمت محمدیہ میں پیدا کیا گیا وہ اپنی شان میں کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہے۔

علاوہ اسکے ہمیں یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود تمام انبیاء کا مظہر ہے جیسا کہ اسکی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جری اللّٰہ فی حلل الا نبیاء اسلیئے اسکے آنے سے گویا اُمت محمدیہ میں تمام گذشتہ نبی پیدا کیئے گئے پس نبیوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ سے بڑھکر رہا کیونکہ علاوہ ان نبیوں اور رسولوں کے جو توریت کی خدمت کے لیئے موسیٰ کو عطا ہوئے تھے اس اُمت میں وہ تمام نبی بھی مبعوث کیئے گئے جو موسیٰ سے پہلے گذر چکے تھے بلکہ خود موسیٰ بھی دوبارہ دنیا میں بھیجے گئے اور یہ سب کچھ مسیح موعودؑ کے وجود باجود میں پورا ہوا۔ ایلن کیا یہ پرلے درجہ کی بے غیرتی نہیں کہ جہاں ہم لا نفرق بین احد من رسلہ میں داؤد اور سلیمان زکریا اور یحییٰ علیہم السلام کو شامل کرتے ہیں وہاں مسیح موعودؑ جیسے عظیم الشان نبی کو چھوڑ دیا جاوے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حقیقی اور مستقل نبیوں کا ذکر کیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کا ثبوت پیش کیا جاوے ظاہر ہے کہ اس آیت کریمہ میں رسول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اب جس طرح رسول کا لفظ حقیقی اور مستقل نبیوں پر بولا جائیگا اسی طرح ظلی اور بروزی نبی پر بھی بولا جائیگا ورنہ اگر ظلی اور بروزی نبی کو صرف نبی کے نام سے پکارنا جائز نہیں تو کیوں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو بارہا نبی اور رسول کے الفاظ سے یاد کیا۔ خدا نے تو اپنے کلام میں کبھی بھی ظلی یا بروزی کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ ہمیشہ صرف نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کرتا رہا پس اگر مسیح موعودؑ کو صرف نبی کے نام سے پکارنا جائز نہیں تو نعوذ باللہ سب سے پہلے ناجائز حرکت کرنیوالا خود خدا ہے۔ مگر دراصل یہ مسلہ انفس کا دھوکا ہے کیونکہ جس طرح حقیقی اور مستقل نبوتیں نبوت کی اقسام ہیں اسی طرح ظلی اور بروزی نبوت بھی نبوت کی ایک قسم ہے اگر ہم حقیقی یا مستقل نبیوں کو ہمیشہ صرف نبی کے نام سے پکارتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ظلی نبی کو نبی کے نام سے

نہ پکار سکیں اسکی ایسی ہی مثال ہے جیسے اگر شیر تین قسم کے ہوتے ہوں ایک سفید ایک سرخ اور ایک زرد تو ہم سفید اور سرخ شیر کو تو شیر کہیں مگر زرد شیر کو شیر کے نام سے نہ پکاریں ظاہر ہے کہ شیر کا زرد ہونا اسے شیر ہونے کی حیثیت سے نیچے نہیں گرا دیتا اسی طرح مسیح موعودؑ کا ظلّی نبی ہونا مسیح موعود سے نبوت کو نہیں چھینتا بلکہ صرف نبوت کی قسم ظاہر کرتا ہے اور اگر ایک چیز کی قسم بتانے سے اس چیز کی ہستی باطل ہو جاتی ہے تو نعوذ باللہ نبی کریمؐ کی نبوت بھی باطل ٹھہرتی ہے کیونکہ آپ کی نبوت بھی تشریعی نبوت تھی جو نبوت کی ایک قسم ہے۔ پس یہ ایک بچوں کا سا خیال ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ میں حقیقی اور مستقل نبی تو شامل ہیں مگر ظلّی نبی نہیں کیونکہ جس طرح حقیقی اور مستقل نبوتیں نبوت کی قسمیں ہیں اسی طرح ظلّی نبوت بھی نبوت کی ایک قسم ہے اور جو حقیقی اور مستقل نبیوں کو حقوق حاصل ہیں وہی ظلّی نبی کو بھی حاصل ہیں کیونکہ نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں۔ دراصل یہ سارا دھوکا نبوت کے حقیقی معنوں پر غور نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸ میں لکھتے ہیں کہ نبی کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ وہ شریعت لائے اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ کسی صاحبِ شریعت نبی کا متبع نہ ہو بلکہ نبی کے لیئے صرف اسی قدر ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بکثرت امور غیبیہ سے اطلاع پائے اور خدا اس سے کثرت کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرے اور اپنی وحی میں اس کا نام نبی رکھے پس اگر کسی انسان میں یہ تین باتیں جمع ہیں تو لاریب وہ نبی ہے۔ باقی رہا نبوت کی قسم کا سوال سو اسکے متعلق مَیں اوپر لکھ آیا ہوں کہ اب حقیقی نبوت اور نبوت مستقلہ کا دروازہ قطعی طور پر بند ہے اور جو کوئی بھی قرآن کے بعد نئی شریعت لانے کا دعویٰ کرتا ہے یا کہتا ہے کہ نبی کریمؐ سے آزاد رہ کر مجھ کو نبوت ملی ہے وہ پکّا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے مگر ظلّی نبوت کا دروازہ بند نہیں اور اسی قسم کی نبوت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا ہے۔

اس جگہ مَیں یہ بات بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مضمون میں جہاں کہیں بھی حقیقی نبوت کا ذکر ہے وہاں اس سے مراد ایسی نبوت ہے جسکے ساتھ کوئی نئی شریعت ہو ورنہ حقیقی کے لغوی معنوں کے لحاظ سے تو ہر ایک نبوت حقیقی ہی ہوتی ہے جعلی یا فرضی نہیں اور مسیح

موعودؑ بھی حقیقی نبی تھا اور جہاں کہیں بھی مستقل نبوت کا ذکر ہے وہاں ایسی نبوت مراد ہے جو کسی کو بلا واسطہ بغیر اتباع کسی نبی سابقہ کے ملی ہو ورنہ مستقل کے لغوی معنوں کے لحاظ سے تو ہر ایک نبوت مستقل ہوتی ہے عارضی نہیں اور مسیح موعودؑ بھی مستقل نبی تھا۔ فتدبر

پس اب کوئی شخص مسیح موعودؑ کی ظلی نبوت کا انکار کردے تو کردے مگر آپ کو ظلی نبی مانکر پھر اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ آپ کے منکرین کی نسبت وہی فتویٰ ہے جو قرآن کریم نے انبیاءؑ کے منکرین کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ جب مسیح موعودؑ خدا کا ایک رسول اور نبی ہے تو پھر اسکو وہ سارے حقوق حاصل ہیں جو اور نبیوں کو ہیں اور اس کا انکار ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے کسی اور نبی کا انکار۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص مسیح موعودؑ کا انکار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں تفریق کرتا ہے یعنی باقی رسولوں کو تو مانتا ہے مگر مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا اس لیئے اسکی طرف یہ قول منسوب نہیں کیا جا سکتا کہ لا نفرق بین احد من رسلہ کیونکہ اس نے مسیح موعودؑ کے انکار سے رسولوں میں تفریق کردی پس اس لیئے وہ حق نہیں رکھتا کہ اسے مومن کے نام سے پکارا جاوے یہ ہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے دوسری جگہ ایسے لوگوں کو جو خدا کے بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے پکا کافر کہا ہے جیسا کہ پارہ ششم کے شروع میں آتا ہے:۔

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولٰئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکفرین عذابا مھینا۔

اب کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کا انکار جزو ایمان نہیں ہے اور یہ کہ مسیح موعودؑ کے انکار کی وجہ سے کفر لازم نہیں آتا وہ خدارا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں ایسے لوگوں کو کافر کے نام سے پکارا ہے جو اسکے سارے نبیوں کو نہیں مانتے اور اگر یہ کہا جاوے کہ اس آیت میں رسل سے مراد صرف وہی رسول ہیں جو نبی کریمؐ تک آچکے اور آپ کے بعد آنیوالا کوئی رسول اس میں شامل نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تو

قرآن کے پیچھے چلنے والے ہیں اگر آپ اس آیت میں یہ الفاظ ہم کو دکھا دیں کہ رسل سے مراد صرف وہی رسول ہیں جو نبی کریم تک مبعوث ہو چکے تو ہم بسر و چشم ماننے کے لیئے تیار ہیں مگر ظلم تو یہ ہے کہ آیت کریمہ میں کوئی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ رسل کا لفظ رکھا گیا ہے جو بوجہ نکرہ ہونے کے عمومیت کو چاہتا ہے پس اب ہم کون ہیں کہ اپنی طرف سے تخصیص کریں اور ایک عام لفظ کو بلا کسی پختہ دلیل کے خاص معنوں میں محدود کر دیں۔ در اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک زمانہ کے لیئے ایمان کی جزئیات مختلف ہوتی ہیں۔ فرعون کو موسیٰؑ کے انکار کے متعلق سوال کیا جائیگا مگر عیسیٰؑ کے بارے میں اس سے کوئی سوال نہ ہوگا یہ اس لیئے کہ فرعون کیواسطے صرف موسیٰ اور آپ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاءؑ کو ماننا جزو ایمان تھا عیسیٰ کو ماننا ابھی جزو ایمان نہ بنا تھا کیونکہ ابھی تک عیسیٰ مبعوث نہ کیا گیا تھا اسی طرح عیسیٰؑ کے زمانہ کے لوگوں کے لیئے عیسیٰؑ کا ماننا تو جزو ایمان ضرور تھا مگر نبی کریم کا ماننا ابھی جزئیات ایمان میں داخل نہ ہوا تھا کیونکہ آپ ابھی دنیا میں نہ آئے تھے اسی طرح نبی کریمؐ کے زمانہ میں مسیح موعودؑ کو ماننا ایمان کا جزو نہ تھا مگر جب مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنکر آگیا تو اسکا ماننا بھی جزئیات ایمان میں داخل کیا گیا۔ آیت مذکورہ بالا میں تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اور رسولوں میں تفریق کرنیوالوں کو کافر کے نام سے پکارا گیا ہے ایک اصول کے رنگ میں ہے اور وہ زمانی اور مکانی نہیں بلکہ ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لیئے ہے اس لیئے جب وہ زمانہ آیا کہ امتِ محمدیہ کے ایک فرد کے سر پر رسالت اور نبوت کا تاج مزین کیا گیا تو اس آیت کے لفظ رسل کے مفہوم میں بھی ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی۔ پس یہ کہنا غلط اور بالکل غلط ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں اور تو سارے رسول شامل مگر مسیح موعودؑ شامل نہیں ہے کیا اس خیال سے اس بات کی بو نہیں آتی کہ کہنے والے کو مسیح موعودؑ کی ذات سے کوئی خاص نقار ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کے اُس انعام سے محروم کرنا چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اسے عطا فرمایا ہے قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر۔

کیا خلیفہ اول کو ہدی جاننے والے اپنے ہدی کی بات ماننے کو تیار ہیں؟ وہ سنیں کہ مَیں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جسکی جھوٹی قسم کھانا ایک لعنتی آدمی کا کام ہے کہ مَیں نے اپنے کانوں سے حضرت خلیفۃ المسیحؑ خلیفۂ اولؓ کو اولئك هم الكافرون حقا

والی آیت کو غیر احمدیوں پر چسپاں کرتے ہوئے اور رسل کے لفظ میں حضرت مسیح موعودؑ کو شامل کرتے ہوئے سُنا ہے۔ مجھے ایک عرصہ گذر جانے کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے الفاظ یاد نہیں ہیں مگر مجھے یہ اچھی طرح یاد ہے کہ آپنے مذکورہ بالا آیت کو غیر احمدیوں پر چسپان کیا بلکہ سُننے والوں نے اس دن تعجب بھی کیا تھا کہ حضرت مولوی صاحب نے خلافِ عادت صریح الفاظ میں مسئلۂ کفر کی تصدیق فرمائی ورنہ عام طور پر مولوی صاحب کی عادت تھی کہ اگر کوئی آپ سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کرتا تو آپ یہ کہکر ٹال دیا کرتے تھے کہ تمہیں دوسرے کے کفرو اسلام سے کیا تم اپنی فکر کرو۔ اسی طرح مولوی صاحب کی ایک تحریری شہادت بھی ایمان بالرسل کے متعلق موجود ہے اور آج سے چار سال پہلے چھپ چکی ہے آپنے فرمایا" ایمان کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو اسکے ملائکہ پر کُتب سماویہ پر اور رسل پر اور خیر وشر کے اندازہ پر اور بعث بعد الموت پر۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی مانتے ہیں اور اس کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہی ہمارا اور انکا اختلاف شروع ہوجاتاہے۔ ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اور ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں عام ہے خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں ہندوستان میں ہو یا کسی اور ملک میں۔ کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہوجاتا ہے۔ ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہُوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں خاتم النبیّن فرمایا۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہمارا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّن یقین نہ کرے تو وہ بالاتفاق کافر ہے۔ یہ جُدا امر ہے کہ ہم اسکے کیا معنی کرتے ہیں اور ہمارے مخالف کیا۔ اس خاتم النبیّن کی بحث کو لا نفرق بین احد من رسلہ سے تعلق نہیں وہ ایک الگ امر ہے اس لیئے مَیں تو اپنے اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی فرق سمجھتا ہوں۔"

اس تحریر سے ہم کو اتنی باتوں کا پتہ لگتا ہے اول یہ کہ حضرت مولوی صاحب کا یہ عقیدہ تھا کہ مسلمان کہلانے کے لیئے ایمان بالرسل ضروری ہے دوسرے یہ کہ رسل کے مفہوم میں سارے رسول شامل ہیں خواہ کوئی رسول نبی کریم صلعم سے پہلے آئے یا بعد میں ہندوستان میں ہو یا کسی اور ملک میں۔ تیسرے یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی اللہ تعالیٰ کے ایک رسول تھے اور ایمان بالرسل میں آپ پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔ چوتھے یہ کہ جو مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ اللہ کے رسولوں میں تفرقہ کرتا ہے اس لیئے وہ کافر ہے۔ اب کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھا کرتے تھے وہ دیکھیں کہ مذکورہ بالا تحریر ان کے سارے دجالی طلسم پاش پاش کر دیتی ہے میرا یہ مطلب نہیں کہ حضرت مولوی صاحب عقائد میں ہمارے لیئے حَکَم ہیں کیونکہ حَکَم صرف وہی ہے جسکو خدا کے رسول نے حکم کے نام سے پکارا ہے نیز میرا ایمان ہے کہ غیر مامور خلیفہ عقائد میں حکم نہیں ہو سکتا اور اس سے اختلاف رکھنا ناجائز نہیں اس لیئے حضرت مولوی صاحب کے عقیدہ کو بیان کرنے سے میرا مطلب صرف اسقدر بتانا ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کفر کے مسئلہ میں حضرت میاں صاحب کے خلاف تھے یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے دوسرے چونکہ حضرت مولوی صاحب تمام احمدیوں کی نظر میں دینی علوم کے اُستاد تھے اور رموز قرآن سے خوب ماہر اسلیئے آپ کا عقیدہ اہل عقل کیلئے بہت وزن رکھتا ہے تیسرے مینے اس لیئے بھی حضرت مولوی صاحب کے عقیدہ کو بیان کیا ہے تا وہ ان لوگوں پر حجت ہو جو حضرت مولوی صاحب کو آپ کی وفات کے بعد مہدی موعود کا درجہ دینے لگ گئے ہیں۔

اب میں پھر اس مضمون کی طرف آتا ہوں جو میں بیان کر رہا تھا یعنی قرآن کریم نے مسیح موعودؑ کے منکروں کے لیئے کیا فتویٰ دیا ہے۔ میں پہلے بتا آیا ہوں کہ قرآن کریم نے مومن کہلانے کے لیئے ایمان بالرسل کو ضروری قرار دیا ہے جیسے فرمایا لا نفرق بین احد من رسلہ اور پھر اسی مضمون کی تشریح ایک اور آیت میں یوں کر دی کہ جو شخص بعض رسولوں کو مانتا ہے اور بعض کو نہیں۔ وہ پکا کافر ہے جیسا کہ اولٰئک ھم الکافرون حقا والی آیت سے ظاہر ہے۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں دو

شخصوں کو سب سے بڑا کافر بیان فرمایا ہے اول وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرتا ہے مثلاً کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہام کیا ہے حالانکہ درحقیقت اسے کوئی الہام نہیں ہوا دوسرے وہ جو خدا کے کلام کی تکذیب کرتا ہے جیسے فرمایا ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذباً او کذب بآیٰتہ اس آیت میں ظالم سے کافر مراد ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی ظالم کے یہی معنی کئے ہیں دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ حاشیہ) اب مسیح موعودؑ کا یہ دعویٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مامور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو وہ نعوذ باللہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور محض افتریٰ علی اللہ کے طور پر دعویٰ کرتا ہے تو ایسی صورت میں نہ صرف وہ کافر بلکہ بڑا کافر ہے اور یا مسیح موعودؑ اپنے دعویٰ الہام میں سچا ہے اور خدا سچ مچ اس سے ہمکلام ہوتا تھا تو اس صورت میں بلاشبہ یہ کفر انکار کرنیوالے پر پڑیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ پس اب تم کو اختیار ہے کہ یا مسیح موعودؑ کے منکروں کو مسلمان کہکر مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگاؤ اور یا مسیح موعودؑ کو سچا مانکر اسکے منکروں کو کافر جانو یہ نہیں ہو سکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو کیونکہ آیت کریمہ صاف بتا رہی ہے کہ اگر مدعی کافر نہیں ہے تو مکذب ضرور کافر ہے پس خدا را اپنا نفاق چھوڑو اور دل میں کوئی فیصلہ کرو۔ دنیا کے اموال چند روزہ ہیں پھر اس خدا کی طرف جانا ہے جسکے دربار کا مسیح موعودؑ ایک معزز کرسی نشین ہے دیکھو دو کشتیوں میں پاؤں نہ رکھو کیونکہ انمیں سے ایک نے ضرور غرق ہونا ہے اگر تم کو مسیح موعودؑ کے دعاوی کے متعلق کوئی شکوک پیدا ہو گئے ہیں تو انپر دوبارہ غور کرلو شاید اللہ تعالیٰ اشکلات حل کردے۔ آخر تم احمدؐ کے نام لیوا ہو کچھ تو اسکی عزت کا پاس کرو غیروں کو خوش کرنے کے لئے تم اس شخص کی شان میں گستاخی کر رہے ہو جسکے نام کے ساتھ خدا کا نام اس زمانہ میں وابستہ ہے لیکن خوب جان رکھو کہ تم اسکے درجہ کو گھٹا نہیں سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے کہ انی مہین من اراد اہانتک۔ اللہ تعالیٰ تمپر اپنا رحم کرے۔ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی بحث کے لئے دیکھو باب الہامات حضرت مسیح موعودؑ۔

باب دوئم

اس باب میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعض ان تحریروں کو مختصر طور پر لکھا جائیگا جن میں آپنے اپنے منکروں کو کافر کے نام سے پکارا ہے۔ لیکن اس سے پیشتر ایک دھوکے کا ازالہ کردینا بھی ضروری معلوم ہوتا جو بعض لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوجاتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ میرے انکار سے کفر لازم نہیں آتا اور میرا منکر گو الٰہی مواخذہ کے نیچے ہوگا مگر تاہم وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ سواسکے متعلق خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ انبیاءؑ اپنے عقائد میں اس قدر محتاط ہوتے ہیں کہ وہ کوئی نئی بات نہیں کہتے جب تک اللہ تعالیٰ کا صریح الہام اس کا حکم نہ دے مثال کے طور پر دیکھو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ مسیح ناصری آسمان پر ہے اور زمین پر نازل ہوگا اور قریباً بارہ برس اس عقیدہ کا اعلان کیا حالانکہ آپ کو الہام ہوچکا تھا کہ تو ہی آنے والا عیسیٰ ہے مگر آپ ایسے الہامات کی تاویل فرماتے رہے مگر بعد میں لکھا کہ وہ مسیح مرگیا ہے اور آنیوالا مسیح میں ہی ہوں۔ ان دونوں عبارتوں میں ایک ظاہر بین شخص کی نظر میں تناقض ہے مگر ایک مومن خوب سمجھتا ہے کہ پہلا عقیدہ عام عقیدہ کی بنا پر لکھا گیا تھا اور بعد کا عقیدہ الٰہی الہام کی بنا پر ہے تناقض تو اس صورت میں ہوتا جب اپنے اجتہاد کی بنا پر دونوں عقائد کا اظہار کیا جاتا اسی طرح فضیلت بر مسیح ناصری کا عقیدہ ہے اسکے متعلق بھی حضرت مسیح موعودؑ نے ایک وقت میں ایک خیال ظاہر کیا مگر دوسرے وقت میں اسکے خلاف کہا اسی طرح نبوت مسیح موعودؑ کا عقیدہ ہے آپ اوائل میں اپنے آپ کو جزوی نبی اور محدّث کے طور پر پیش کیا کرتے تھے حالانکہ براہین کے وقت سے ہی آپ کو نبی اور رسول کے ناموں سے پکارا جاچکا تھا مگر ان الفاظ کی تاویل فرماتے تھے لیکن جب بعد میں خدا کی طرف سے آپ کو صریح طور نبی کا خطاب دیا گیا اور اس کے متعلق خدا کی وحی آپ پر بارش کی طرح نازل ہوئی تو اس نے آپ کو اس عقیدہ پر قایم نہ رہنے دیا اس لئے آپنے اسکے خلاف کہا اور اپنے آپ کو کامل اور ظلی نبی کے طور پر پیش کیا پس ان باتوں کے ہوتے

ہوئے اگر ہم حضرت مسیح موعودؑ کی شروع کی کتابوں میں کسی ایسی تحریر کو پڑھیں جس میں لکھا ہو کہ میرے انکار سے کفر لازم نہیں آتا تو ہم کو دھوکا نہ کھانا چاہیئے کیونکہ بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کی اس رائے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام سے بدل دیا جیسا کہ خود حضرت مسیح موعودؑ عبد الحکیم خان مرتد کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :-

"بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جسکو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ ہاں اگر کسی وقت صریح الفاظ میں اپنی توبہ شائع کریں اور اس خبیث عقیدہ سے باز آجاویں تو رحمت الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ لوگ جو میری دعوت کے رد کرنے کے وقت قرآن شریف کی نصوص صریحہ کو چھوڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں انکو راستباز قرار دینا اسی شخص کا کام ہے جس کا دل شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے۔"

حضرت مسیح موعودؑ کی اس تحریر سے بہت سی باتیں حل ہو جاتی ہیں اول یہ کہ حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ اطلاع دی کہ تیرا انکار کرنے والا مسلمان نہیں اور نہ صرف یہ اطلاع دی بلکہ حکم دیا کہ تو اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھ۔ دوسرے یہ کہ حضرت صاحب نے عبد الحکیم خان کو جماعت سے اسواسطے خارج کیا کہ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان کہتا تھا۔ تیسرے یہ کہ مسیح موعودؑ کے منکروں کو مسلمان کہنے کا عقیدہ ایک خبیث عقیدہ ہے چوتھے یہ کہ جو ایسا عقیدہ رکھے اسکے لیئے رحمت الٰہی کا دروازہ بند ہے۔ پانچویں یہ کہ جو شخص مسیح موعودؑ کی دعوت کو رد کرتا ہے وہ قرآن شریف کی نصوص صریحہ کو چھوڑتا ہے اور خدا کے کھلے نشانات سے منہ پھیرتا ہے۔ چھٹے یہ کہ جو مسیح موعودؑ کے منکروں کو راستباز قرار دیتا ہے اس کا دل شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے۔ اب کون ہے جو مسیح موعودؑ کی کسی پہلی تحریر کو پیش کر کے آپکے انکار کی اہمیت کو گرانا چاہے۔ کیا وہ ایسے شخص کے

مشابہ نہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف یہ عقیدہ منسوب کرتا ہے کہ مسیح ناصری مع جسم عنصری آسمان پر بیٹھا ہے اور اس کے ثبوت میں براہین کی عبارت کو پیش کرتا ہے؟ نعوذ باللہ من ذالک اس جگہ ایک اور شبہ بھی پڑتا ہے اور وہ یہ کہ جب حضرت مسیح موعودؑ اپنے منکروں کو حسب حکم الٰہی اسلام سے خارج سمجھتے تھے تو آپ نے اُنکے لئے اپنی بعض آخری کتابوں میں بھی مسلمان کا لفظ کیوں استعمال فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت صاحب انہیں مسلمان نہ لکھتے تو اور کیا لکھتے؟ کیا وہ یہودی ہیں کہ انہیں یہودی لکھا جاتا؟ کیا وہ عیسائی ہیں کہ انکو اس نام سے پکارا جاتا؟ کیا وہ ہندو ہیں کہ انکے متعلق ہندو کا لفظ استعمال کیا جاتا؟ کیا وہ بدھ مذہب میں داخل ہیں کہ انکو بدھ کے متبعین کے طور پر پیش کیا جاتا؟ اب جبکہ وہ ان مذاہب میں سے کسی کے ساتھ بھی تعلق نہیں رکھتے تو انکو ان ناموں میں سے کوئی نام کس طرح دیا جاسکتا ہے۔ کیا قرآن شریف میں عیسیٰؑ کی طرف منسوب ہونیوالی قوم کو نصاریٰ کے نام سے یاد نہیں کیا گیا؟ ضرور کیا گیا اور بہت دفعہ کیا گیا۔ مگر وہاں معترض نے اعتراض نہ کیا کہ جب وہ عیسیٰؑ کی تعلیم سے دُور جا پڑے ہیں تو انکو نصاریٰ کیوں کہا جاتا ہے۔ پھر اب یہاں اعتراض کیسا؟ اصل میں بات یہ ہے کہ عرف عام کی وجہ سے ایک نام کو اختیار کرنا پڑتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ چیز اسم با مسمیٰ ہوگئی ہے مثلاً دیکھو اگر ایک شخص سراج دین نامی مسلمان سے عیسائی ہو جاوے تو اسے پھر بھی سراج دین ہی کہیں گے حالانکہ عیسائی ہو جانیکی وجہ سے وہ اب سراج دین نہیں رہا بلکہ کچھ اور بن گیا ہے لیکن عرف عام کی وجہ سے اسے اس نام سے پکارا جاویگا۔ معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعودؑ کو بھی بعض وقت اس بات کا خیال آیا ہے کہ کہیں میری تحریروں میں غیر احمدیوں کے متعلق مسلمان کا لفظ دیکھکر لوگ دھوکا نہ کھائیں اسلئے آپ نے کہیں کہیں بطور ازالہ کے غیر احمدیوں کے متعلق ایسے الفاظ بھی لکھدیئے ہیں کہ "وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں" تا جہاں کہیں بھی مسلمان کا لفظ ہو اس سے مدعی اسلام سمجھا جاوے نہ کہ حقیقی مسلمان۔ چنانچہ حضرت صاحب تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں:۔ "اسی کی طرف حدیث بخاری کے پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے

فرقوں کو جو دعوائے اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا" پھر اس کے علاوہ اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے ہیں اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت کر سکے نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئی ہیں مگر ایک کھڑکی" اس تحریر میں حضرت موعودؑ نے غیر احمدیوں کو رسمی مسلمان کے نام سے یاد کیا ہے پس یہ ایک یقینی بات ہے کہ حضرت صاحب نے جہاں کہیں بھی غیر احمدیوں کو مسلمان کہکر پکارا ہے وہاں صرف یہ مطلب ہے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں ورنہ آپ حسب حکم الٰہی اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھتے تھے (دیکھو خط حضرت مسیح موعودؑ بجواب خط عبد الحکیم خان مرتد) اس بحث کو حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور وہ الہام یہ ہے :-

چو دَورِ خسروی آغاز کردند مسلماں را مسلماں باز کردند

اس الہامی شعر میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے منکروں کو مسلمان بھی کہا ہے اور پھر انکے اسلام کا انکار بھی کیا ہے ان کو مسلمان تو اس غرض سے کہا گیا کہ وہ دنیا میں اسی نام سے مشہور ہیں اور اگر یہ نام ان کے لیئے استعمال نہ کیا جاتا تو پھر پتہ کس طرح لگتا کہ کون لوگ مراد ہیں اور پھر انکے اسلام کا انکار اس لیئے کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں فتدبروا۔

اسی حقیقت کو حضرت مسیح موعودؑ نے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۱ و ۸۲ میں آشکارا کیا ہے چنانچہ آپ اپنے زمانہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"یہ ایک ایسا مبارک زمانہ ہے کہ فضل اور جود الٰہی نے مقدر کر رکھا ہے کہ یہ زمانہ پھر لوگوں کو صحابہؓ کے رنگ میں لائیگا اور آسمان سے کچھ ایسی ہوا چلے گی کہ یہ تہتّر فرقے مسلمانوں کے جن میں بجز ایک کے سب عار اسلام اور بدنام کنندہ اس پاک چشمہ کے ہیں خود بخود کم ہوتے جائینگے اور تمام ناپاک فرقے جو اسلام میں مگر اسلام کی حقیقت کے منافی ہیں صفحہ زمین سے نابود ہو کر ایک ہی فرقہ رہ جائیگا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے رنگ پر ہوگا" حضرت مسیح موعودؑ

کی یہ تحریر بھی بہت سارے جھگڑوں کے لیئے فیصلہ کن ہے کیونکہ اس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ اوّل جو حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں داخل ہؤا وہ صحابہ کرام کے زمرہ میں داخل ہوگیا۔ دوّم یہ کہ مسلمانوں کے جو تہتر فرقے ہیں ان میں سے سوائے احمدی جماعت کے باقی سب عار اسلام ہیں۔ سوّم یہ کہ تمام غیر احمدی مسلمان اسلام کے پاک چشمہ کے بدنام کنندہ ہیں۔ چہارم یہ کہ وہ ناپاک فرقوں میں داخل ہیں۔ پنجم یہ کہ وہ باوجود مسلمان کہلانے کے اسلام کی حقیقت کے منافی ہیں۔ چھٹے یہ کہ وہ صفحہ زمین سے نابود ہو جائیں گے۔

پس یہ بالکل یقینی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں کہیں بھی غیر احمدی لوگوں کو مسلمان کہا یا لکھا ہے وہاں صرف عرف عام کی وجہ سے ایسا کیا ہے ورنہ جو رائے حضرت صاحب نے اپنے منکروں کے متعلق حسب حکم الٰہی قائم کی تھی وہ مذکورہ بالا حوالوں سے صاف ظاہر ہے جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں کو حقیقی مسلمان سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا وہ خدا را غور کریں اور دیکھیں کہ کہیں وہ اسلام میں ایسے لوگوں کو تو داخل نہیں کر رہے جو عار اسلام اور بدنام کنندہ اس پاک چشمہ کے ہیں اور ناپاک فرقوں میں داخل ہوکر اسلام کی حقیقت کے منافی ہو چکے ہیں۔ اور پھر ہمیں تو یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ وہ اسلام کیسا اسلام ہے جو انسان کو نجات نہیں دلا سکتا کیونکہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے صریح الفاظ میں لکھا ہؤا پاتے ہیں کہ میرے ماننے کے بغیر نجات نہیں جیسا کہ آپ اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"ایسا ہی آیت **واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی** اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب اُمّت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخری زمانہ میں ایک ابراہیمؑ پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں سے وہ فرقہ نجات پائیگا کہ اس ابراہیمؑ کا پیرو ہوگا"

پھر براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۲ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ "انہی دنوں میں سے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی جاویگی اور خدا اپنے مُنہ سے اس فرقہ کی حمایت کے لیئے ایک کرنا بجائیگا اور اس کرنا کی آواز پر ہر ایک سعید اس فرقہ کی طرف کھینچا آئیگا بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں جو دوزخ کے بھرنے کے لیئے پیدا کیئے گئے ہیں" ایسا ہی اشتہار

"حسین کامی سفیر سلطان روم" میں آپ لکھتے ہیں کہ :-

"خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے الگ رہیگا وہ کاٹا جاویگا"

پھر ایک حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے جو آپنے اشتہار معیار الاخیار مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۸ پر درج کیا ہے اور وہ یہ ہے :- **"جو شخص تیری پیروی نہیں کریگا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہیگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا اور جہنمی ہے"**

اختصار کے طور پر اتنے حوالے دیئے جاتے ہیں ورنہ حضرت مسیح موعودؑ نے بیسیوں جگہ اس مضمون کو ادا کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیحؓ اول کا بھی یہی عقیدہ تھا چنانچہ جب ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں؟ تو آپنے فرمایا "اگر خدا کا کلام سچ ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی" (دیکھو بدر نمبر ۲ جلد ۱۲ مورخہ ۱۱-جولائی ۱۹۱۲ء)

اب جبکہ یہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ مسیح موعودؑ کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی تو کیوں خواہ مخواہ غیر احمدیوں کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کیجاتی ہے کیا اگر مسیح موعودؑ کے منکر مسلمان ہیں تو یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کہ ایک اسلام ایسا بھی ہے جو انسان کو باوجود نیک اعمال کے نجات نہیں دلا سکتا؟ کیا ایسا عقیدہ اسلام کو اسکی بنیاد سے ہلا دینے والا نہیں ہے؟ یاد رہے کہ یہاں اعمال کا سوال نہیں بلکہ عقاید کا سوال ہے پس وہ جسکے عقاید میں مسیح موعودؑ پر ایمان لانا داخل نہیں بقول حضرت مسیح موعود جہنمی ہے اور نجات نہیں پا سکتا۔ اب کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کو ماننا جزو ایمان نہیں ہے وہ خدارا اس بات پر غور کریں کہ جب مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہیں ہے تو یہ کہنا کہاں تک امانت اور دیانت پر مبنی ہے کہ آپکا ماننا جزو ایمان نہیں۔ حضرت صاحب تو تحریر فرماتے ہیں کہ :- "دنیا میں ماموروں کے انکار جیسی کوئی شقاوت نہیں اور ان مقبولوں کو مان لینے جیسی کوئی سعادت نہیں" (دیکھو الہدیٰ صفحہ ۴۲) پھر اسی صفحہ میں ذرا آگے چلکر لکھتے ہیں :- "اور فی الحقیقت

دو شخص بڑے ہی بد بخت ہیں اور انس وجن میں سے ان سا کوئی بھی بد طالع نہیں۔ ایک وہ جس نے خاتم الانبیاءؐ کو نہ مانا۔ دوسرا وہ جو خاتم الخلفاء پر ایمان نہ لایا۔" اس حوالے سے یہ پتہ لگتا ہے کہ مسیح موعودؑ کا منکر شقاوت میں نبی کریمؐ کے منکروں کے سوا باقی تمام رسولوں کے منکروں سے آگے نکل گیا ہے۔ پھر کتاب ضرورۃ الامام صفحہ ۲۴ میں حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کے لیئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات انکو دیئے گئے وہ گو ولی ہوں یا ابدال ہوں امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔ اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جسکی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے سو میں اسوقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان میں ہوں"

اس طرح کشتی نوح صفحہ ۵۶ میں حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ:۔ "مبارک وہ **جس نے مجھ کو پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اسکے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بد قسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے۔"**

مجھے تعجب پر تعجب آتا ہے کہ بعض لوگ غیروں کو خوش کرنے کے لیئے اپنے آقا حضرت مسیح موعودؑ کی شان کو گھٹانا چاہتے حالانکہ مسیح موعودؑ نے اپنی نسبت لکھا ہے کہ:۔

"میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جس کو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دور تر ہے قطع نظر اس سے کہ عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہو سکے ...... پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کر اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ" (دیکھو خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸ و ۱۹)

اسجگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ خطبہ الہامیہ وہ خطبہ ہے جو خدا کی طرف سے ایک معجزہ کے رنگ پر مسیح موعودؑ کو عطا ہوا جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے پس اس کتاب کو عام کتابوں کی طرح نہ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا ہر ایک فقرہ الہامی شان رکھتا ہے پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۱ پر حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں:۔ "**جو شخص مجھ میں اور مصطفےٰ میں**

تفریق کرتا ہے اس نے مجھکو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے " اسی طرح صفحہ ۱۸۱ میں لکھا ہے کہ :۔ " جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق نہیں رکھتی ہے جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت اُن سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے " ان حوالوں سے پتہ لگتا ہے کہ مسیح موعود کوئی معمولی شان کا انسان نہیں ہے بلکہ اُمت محمدیہ میں اپنے درجہ کے لحاظ سے سب پر فوقیت لے گیا ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کا لقب پانے کے لیئے صرف وہی چنا گیا اور باقی کسی کو یہ درجہ عطا نہ ہوا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم کو وہ زمانہ دیا جس پر اللہ تعالیٰ کے تمام نبی ناز کرتے آئے ہیں اور جس کے پانے کے لیئے اس اُمت کے بڑے بڑے ابدال دعائیں کرتے کرتے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کا جسقدر بھی شکر ادا کریں وہ کم ہے۔ ہم کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اُس زمانہ میں پیدا کیا جو صحابہؓ کے زمانہ سے مشابہ ہے بلکہ خود صحابہؓ کا زمانہ ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ :۔ " وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا " یہی وجہ ہے کہ خود نبی کریمؐ نے اس زمانہ پر ناز کیا ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے آپنے فرمایا کیا ہی مبارک ہے وہ اُمت جس کے ایک کنارے پر مَیں ہوں اور دوسرے کنارے پر مسیح موعودؑ ہے پھر ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ نبی کریم نے فرمایا جو مسیح کو پاوے وہ اسے میرا سلام پہنچاوے آہ افسوس نبی کریمؐ تو مسیح موعودؑ کو سلام پہنچانے کی اپنے متبعین کو وصیت کرتے ہیں مگر مسلمان ہیں کہ اُسی مسیح کو کافر اور دجال بنا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے۔ یہ مضمون کچھ طوالت چاہتا ہے مگر چونکہ میرا اصل مضمون اور ہے اس لیئے مَیں اپنے دل پر جبر کرکے اسے چھوڑتا ہوں اور اصل بات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ کا ماننا جزو ایمان ہے کہ نہیں اسکے متعلق کچھ مَیں حضرت صاحب کی کتابوں سے اوپر حوالے لکھ آیا ہوں باقی ماندہ اس جگہ نکھے جاتے ہیں۔ آپ کتاب ضرورۃ الامام صفحہ ۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :۔ " کوئی ملہم ہو

یا خواب بین اگر وہ امام الزمان کے سلسلہ میں داخل نہیں ہے تو اس کا خاتمہ خطرناک ہے۔"
پھر فتح اسلام صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں کہ:۔ "اس نے (یعنی خدا نے) اس سلسلہ کے قایم کرنیکے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی طیار کر۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائیگا اور جو انکار میں رہیگا اسکے لئے موت در پیش ہے۔"

پھر اپنی کتاب تحفۂ گولڑویہ صفحہ ۵۶ میں حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں کہ:۔
"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائیگا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں۔ یہ اس خدا کی وحی ہے جسکے آگے کوئی بات اَن ہونی نہیں"۔
پھر جب حضرت مسیح موعودؑ نے دسمبر ۱۹۰۶ء کے جلسہ میں کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں سوائے اسکے کوئی فرق نہیں کہ لوگ وفات مسیح کے قائل نہیں اور یہ لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں تو اس پر آپنے ۲۶ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ایک مبسوط تقریر فرمائی جس میں آپنے کھولکر بتایا کہ غیر احمدیوں اور احمدیوں میں کیا فرق ہے۔ یہ تقریر اپنے اندر ایک خاص رنگ رکھتی ہے اس لئے ہر ایک احمدی کو اسے پڑھنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بہت سی ایسی باتوں کو بیان کیا جو احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان مابہ الامتیاز کے طور پر ہیں۔ آپنے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا "غرض اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو کہ ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ جن سے خدا تعالیٰ ناراض ہے اور جو اسلامی رنگ کے مخالف ہیں۔ اسواسطے اللہ تعالیٰ اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا جب تک وہ غلط عقائد کو چھوڑ کر راہِ راست پر نہ آجائیں اور اس مطلب کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے" اب مسیح موعودؑ کے اس فیصلہ کے بعد ہم کسی ایسے شخص کی بات کو پرپشہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے جو احمدی کہلا کر غیر احمدیوں کو مسلمان جانتا ہے۔ ہم مجبور ہیں ہم نے مسیح موعودؑ کو مصلحت وقت کے لئے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اسے واقعی حکم سمجھکر مانا ہے اور اسکی ہر ایک بات کو سچا پایا ہے۔ پس جب مسیح موعودؑ کہتا ہے کہ اس کے

منکروں کو خدا مسلمان نہیں جانتا تو ہم کون ہیں کہ اس بات کا انکار کریں۔ اسجگہ میں اس تقریر کے متعلق یہ بتا دینا بھی مناسب خیال کرتا ہوں کہ اسے مالا بار کے ایک دوست نے حضرت خلیفۂ اولؓ کے زمانہ میں الگ چھپوا کر شایع کیا تھا۔ حضرت خلیفۂ اولؓ نے اسے بہت پسند فرمایا اور شیخ رحمت اللہ صاحب لاہوری کے سامنے اسکی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ اسکی بہت اشاعت ہونی چاہیئے۔ چنانچہ شیخ صاحب موصوف نے اسے اپنے خرچ پر لاہور میں دوبارہ چھپواکر شائع کروایا۔ جزاہ اللہ احسن الجزا۔

اسی طرح ایک اور جگہ حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں کہ :۔ "خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اسلام اور غیر اسلام میں روحانی غذا کا قحط ڈال دونگا اور روحانی زندگی کے ڈھونڈنے والے بجز اس سلسلہ کے کسی جگہ آرام نہ پائیں گے اور ہر ایک فرقہ سے آسمانی برکتیں چھین لی جائینگی۔ اور اس بندۂ درگاہ پر جو بول رہا ہے ہر ایک نشان کا انعام ہوگا۔ پس وہ لوگ جو اس روحانی موت سے بچنا چاہیں گے وہ اسی بندۂ حضرت عالی کیطرف رجوع کرینگے" (دیکھو براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۳۷ و ۴۷ پر یوں تحریر کرتے ہیں کہ :۔

"محمدیوں کا پاؤں ایک بہت بلند و محکم مینار پر پڑا ہے۔ محمدیوں کے لفظ سے مراد اس سلسلہ کے مسلمان ہیں ...... اور مقدریوں سے ہے کہ وہ لوگ جو اس جماعت سے باہر ہیں وہ دن بدن کم ہوتے جائینگے اور تمام فرقے مسلمانوں کے جو اس سلسلہ سے باہر ہیں وہ دن بدن کم ہو کر اس سلسلہ میں داخل ہوتے جائیں گے یا نابود ہوتے جائینگے جیسا کہ یہودی گھٹتے گھٹتے یہاں تک کم ہو گئے کہ بہت ہی تھوڑے رہ گئے ایسا ہی اس جماعت کے مخالفوں کا انجام ہوگا"

پھر نزول المسیح صفحہ ۴ کے حاشیہ میں حضور نے لکھا ہے کہ :۔ "آخری زمانہ کے لیئے خدا نے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ ایک عام رجعت کا زمانہ ہوگا تا یہ اُمت مرحومہ دوسری اُمتوں سے کسی بات میں کم نہ ہو۔ پس اس نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گذشتہ نبی سے مجھے اس نے تشبیہ دی کہ وہی میرا نام رکھدیا چنانچہ آدمؑ۔ ابراہیمؑ۔ نوحؑ۔ موسیٰؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ یوسفؑ یحییٰؑ۔ عیسیٰؑ وغیرہ یہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے اور اس صورت میں گویا تمام انبیاء گذشتہ اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے یہاں تک کہ سب کے آخر مسیح پیدا

ہوگیا اور جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا" علاوہ اسکے حضرت مسیح موعودؑ نے کئی جگہ لکھا ہے کہ اس اُمت کا مسیح پہلے مسیحؑ سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے مطلب یہ کہ جسقدر شانیں مسیح ناصری میں پائی جاتی ہیں ان تمام میں مسیح محمدی اس سے افضل ہے اب ظاہر ہے کہ منجملہ اور شانوں کے مسیح ناصری کو اللہ تعالیٰ نے یہ شان اور رُتبہ بھی دیا تھا کہ اس کا انکار کرنیوالا مغضوب علیہ اور کافر ہوجاتا تھا لیکن چونکہ مسیح محمدی مسیح ناصری سے تمام شان میں بڑھکر ہے اسلیئے اسکو اس خاص شان میں بھی جسکا مینے ذکر کیا ہے بڑھکر ماننا پڑیگا اور یا اس بات کا اعتراف کرنا ہوگا کہ مسیح ناصری کا منکر کافر نہیں۔ فتدبروا

پھر جب حضرت مسیح موعودؑ سے کسی غیر احمدی نے یہ سوال کیا کہ :- "حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ ان مومنوں کے جو آپ کی تکفیر کرکے کافر بنجائیں صرف آپکے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوسکتا لیکن عبدالحکیم خان کو آپ لکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص جسکو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بیان اور پہلی کتابوں کے بیان میں تناقض ہے یعنی پہلے آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا اور اب آپ لکھتے ہیں کہ میرے انکار سے کافر ہوجاتا ہے" اس کا حضرت مسیح موعودؑ نے یہ جواب دیا کہ "یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے کیونکہ جو مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنے والا سب کافروں سے بڑھکر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبًا او کذب بآیاتہ یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں ایک خدا پر افترا کرنے والا دوسرا خدا کی کلام کی تکذیب کرنے والا پس جب مینے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ علاوہ اسکے

جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں میری اُمت سے ہی مسیح موعود آئیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی تھی کہ مَیں معراج کی رات مسیح ابن مریم کو ان نبیوں میں دیکھ آیا ہوں جو اس دنیا سے گذر گئے ہیں اور یحییٰ شہید کے پاس دوسرے آسمان میں انکو دیکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں خبر دی کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا ہے اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لیئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کیئے اور آسمان میں کسوف خسوف رمضان میں ہُوا اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالےٰ کے نشانوں کو ردّ کرتا ہے اور مجھکو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہوسکتا ہے اور اگر وہ مومن ہے تو مَیں بوجہ افترا کرنے کے کافر ٹھہرا کیونکہ مَیں انکی نظر میں مفتری ہوں اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قالت الاعراب اٰمنّا۔ قل لم تؤمنوا و لکن قولوا اسلمنا و لمّا یدخل الایمان فی قلوبکم یعنی عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ان سے کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم نے اطاعت اختیار کر لی ہے اور ایمان ابھی تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہُوا۔ پس جبکہ خدا اطاعت کرنیوالوں کا نام مومن نہیں رکھتا پھر وہ لوگ خدا کے نزدیک کیونکر مومن ہوسکتے ہیں جو کُھلے کُھلے طور پر خدا کے کلام کی تکذیب کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ہزارہا نشان دیکھکر جو زمین اور آسمان میں ظاہر ہوئے پھر بھی میری تکذیب سے باز نہیں آتے" (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ و ۱۶۴) حضرت مسیح موعودؑ نے اس جواب کو اور بھی لمبا کیا ہے مگر بخوف طوالت اسجگہ صرف اسیقدر لکھا جاتا ہے۔ اس سوال اور جواب میں یہ بات خاص طور پر غور کرنیکے قابل ہے کہ جب سائل نے یہ کہا کہ " اب آپ لکھتے ہیں میرے انکار سے انسان کافر ہوجاتا ہے" تو اسپر حضرت اقدسؑ نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ مَیں تو اپنے انکار سے لوگوں کو کافر نہیں کہتا تم مجھ پر کیوں الزام لگاتے ہو بلکہ معترض کی بات کو حضرت صاحب نے مانکر اس کی تشریح شروع کر دی پس جواب کی طرز ہی اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت اقدسؑ

نے اس بات کو مان لیا ہے کہ آپ کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ ورنہ جواب کا پہلو یہ اختیار کرنا چاہیئے تھا کہ میں تو اپنے منکروں کو کافر نہیں کہتا یہ تم مجھ پر الزام لگاتے ہو مگر حضرت مسیح موعود نے ایسا نہیں کیا جس سے ظاہر ہے کہ آپ اپنے منکروں کو کافر جانتے تھے۔ پھر حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸ پر لکھتے ہیں کہ :۔ "میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ میں مسیح موعودؑ ہوں اور خدا نے عام طور پر میرے لیئے آسمان سے نشان ظاہر کیئے ہیں پس جس شخص پر میرے مسیح موعودؑ ہونے کے بارہ میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے اور میرے دعوے پر وہ اطلاع پا چکا ہے وہ قابل مواخذہ ہو گا کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ مُنہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اسپر کوئی گرفت نہ ہو۔ اس گناہ کا داد خواہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک ہی ہے جسکی تائید کے لیئے میں بھیجا گیا یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی" پھر ذرا آگے چلکر تحریر فرماتے ہیں کہ :۔ "ہم اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے نزدیک جس پر اتمام حجت ہو چکا ہے اور خدا کے نزدیک جو منکر ٹھہر چکا ہے وہ مواخذہ کے لایق ہو گا۔ ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے اس لیئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہے اور کافر منکر کو ہی کہتے ہیں کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا اور اسکو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جسکے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسولؐ نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اسلیئے کہ وہ خدا اور رسولؐ کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے کے خدا اور رسولؐ کے حکم کو نہیں مانتا وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسولؐ کو بھی نہیں مانتا اور اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کی

نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے تو گو شریعت نے (جسکی بنا ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اسکو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔"

اسجگہ میں پھر اس خط کے ایک حصہ کو نقل کر دیتا ہوں جو حضرت مسیح موعودؑ نے عبدالحکیم خاں مرتد کو لکھا۔ عبدالحکیم خاں کے خط کا مضمون یہ تھا کہ آپ تو خادم اسلام ہیں نہ کہ خود وجود اسلام پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ بیس کروڑ مسلمان جنہوں نے آپ کو قبول نہیں کیا سب کافر ہو گئے تو اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا کہ۔

"بہرحال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جسکو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں اس سے سہلتر بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں" پھر حضرت مسیح موعود اپنی کتاب تجلیات کے صفحہ ۲۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایکدم کے لیئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جائے"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کا جن میں آپ کا دعویٰ مسیحیت بھی ہے اگر کوئی منکر ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے ہاں اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا کبھی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مخالفوں کو خود کافر کہکر پکارا بھی ہے یا نہیں یا ہمیشہ استفسار پر ہی اس فتویٰ کا اظہار کیا ہے سو اوّل تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اس نام سے آپنے اپنے مخالفوں کو پکارا بھی ہو کیونکہ جب آپ کا اسکے متعلق صاف فتویٰ موجود ہے تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ آپنے اس نام سے اپنے مخالفوں کو

پکارا بھی ہے چنانچہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹۹ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ’’ایک قسم کے نشان تو میری جماعت میں ظاہر ہوئے اور دوسری قسم کے نشان کافروں کے گروہ میں ظہور پذیر ہوئے‘‘ اور پھر تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۷ پر آپ نے لکھا ہے کہ ’’ہر ایک پہلو سے خدا نے مجھ کو برومند کیا چنانچہ ہزارہا شکر کا یہ مقام ہے کہ قریباً چار لاکھ انسان اب تک میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے اور کفر سے توبہ کر چکے ہیں‘‘

اب بھی اگر کوئی شخص مسیح موعودؑ کے منکر کو مسلمان سمجھتا ہے تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ ہماری طرف سے حجت پوری ہو چکی ہے ہم تو کہتے ہیں کہ اگر تم ہماری نہیں مانتے اور مسیح موعودؑ کی بات کو قبول نہیں کرتے تو چلو غیر احمدی مولویوں سے ہی فتویٰ پوچھ لو کہ جو آنے والا مسیح ہے اسکا منکر مسلمان ہے یا کافر۔ جو وہ اپنے خیالی مسیح کے منکر کو سمجھتے ہیں اس سے بڑھکر ہم اپنے حقیقی مسیح کے منکر کو خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ انکا آنیوالا تو بذات خود عیسیٰ ہے مگر ہمارا مسیح نبی کریم کی اتباع کی وجہ سے عیسیٰ سے کہیں آگے نکل گیا ہے۔ فتدبروا

اس باب میں بعض ان الہامات کا ذکر کیا جائیگا جو حضرت مسیح موعودؑ پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتے رہے اور جن میں آپکے منکروں کو اللہ تعالیٰ نے کافر ٹھہرایا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

سو واضح ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کو الہامات میں کئی دفعہ احمد کے نام سے یاد کیا گیا جیسا کہ مندرجہ ذیل الہامات سے ظاہر ہے:۔

یا احمد بارک اللہ فیک۔ بشرٰی لک احمدی۔ یا احمد اسکن انت و زوجک الجنۃ۔ انا ارسلنا احمد الی قومہ فاعرضوا وقالوا کذاب اشر۔ یا احمد فاضت الرحمۃ علیٰ شفتیک۔ بورکت یا احمد۔

ان تمام الہامات میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو احمد کے نام سے پکارا ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ بیعت لیتے وقت یہ اقرار لیا کرتے تھے کہ آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ آپ نے اپنی جماعت کا نام بھی احمدی جماعت رکھا۔ پس یہ بات یقینی ہے کہ آپ احمد تھے۔ اب معاملہ بالکل صاف ہے قرآن شریف سے سورۃ صف نکال کر دیکھ لو کہ احمد کے نہ ماننے والوں کے لیئے کیا فتویٰ ہے۔ وہاں صاف لکھا ہے کہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ یہ آیت حضرت مسیح موعودؑ پر الہام کی صورت میں بھی اُتر چکی ہے جس سے اس خیال کو اور بھی تقویت پہنچتی ہے۔

اسجگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ ہم نعوذ باللہ نبی کریم صلعم کو احمد نہیں مانتے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آپ احمد تھے بلکہ ہمارا تو یہاں تک خیال ہے کہ آپ کے سوا کوئی احمد نہیں ہے اور نہ کوئی احمد ہو سکتا ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا آپ اپنی پہلی بعثت میں بھی احمد تھے؟ نہیں بلکہ آپ اپنی پہلی بعثت میں محمدیت کی جلالی صفت میں ظاہر ہوئے تھے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سورۃ صف میں کسی ایسے رسول کی پیشگوئی کی گئی ہے جو احمد ہے پس ثابت ہوا کہ یہ پیشگوئی نبی کریمؐ کی پہلی بعثت کے متعلق نہیں بلکہ آپ کی دوسری بعثت یعنی مسیح موعودؑ کے متعلق ہے کیونکہ مسیح موعودؑ جمالی صفت کا مظہر یعنی احمد ہے۔ اس حقیقت کو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب تحفۂ گولڑویہ صفحہ ۳۱ پر بیان فرمایا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔ "آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا گویا وہ اسکا ایک ہاتھ ہوگا۔ جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ حضرت مسیحؑ کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائیگا" پھر اس تحریر پر ایک حاشیہ لکھا ہے جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ "چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ یہ دونوں صفتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اپنے وقتوں میں ظہور پذیر ہوں اس لیئے خدا تعالیٰ نے صفت جلالی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ ظاہر فرمایا اور صفت جمالی کو مسیح موعودؑ اور اسکے گروہ کے ذریعہ سے کمال تک پہنچایا۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وآخرین منہم لما یلحقوا بہم۔" پھر اسی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۵۶ پر حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں کہ:۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ

ہزار پنجم تھا جو اسم محمدؐ کا مظہر تجلّی تھا یعنی یہ بعث اوّل جلالی شان ظاہر کرنے کے لیئے تھا مگر بعث دوم جس کی طرف آیت کریمہ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلّی اسم احمدؐ ہے جو اسم جمالی ہے جیسا کہ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے" اس حقیقت کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب اعجاز المسیح میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور کھول کھول کر بتایا ہے کہ نبی کریمؐ کے دو بعث ہیں۔ بعث اوّل میں اسم محمدؐ کی تجلّی تھی مگر بعث دوم اسم احمدؐ کی تجلّی کے لیئے ہے۔ ناظرین کو چاہیئے کہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں کیونکہ یہ معارف قرآنیہ کا ایک خزانہ ہے (دیکھو اعجاز المسیح از صفحہ ۱۰۰ تا ۱۲۴)

اس موقعہ پر ایک عجیب نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ نبی کریمؐ کی دونوں بعثتیں آپ کے دنیا میں آنے سے پہلے بتائی جا چکی تھیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام جو جلالی صفت میں ظاہر ہوئے تھے انہوں نے نبی کریمؐ کی پہلی بعثت یعنی محمدؐ کی پیشگوئی کی۔ لیکن چونکہ عیسیٰؑ کو جمال کا پہلو عطا کیا گیا تھا اس لیئے انہوں نے نبی کریمؐ کی دوسری بعثت یعنی احمدؐ کی پیشگوئی کی۔ اس بات کو حضرت مسیح موعودؑ نے اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۲ پر بیان کیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:۔ "ثم من عجائب القراٰن۔ انہ ذکر اسم احمد حکایۃً عن عیسیٰ وذکر اسم محمد حکایۃً عن موسیٰ۔ لیعلم القاریٔ ان النبی الجلالی اعنی موسیٰ اختار اسما یشابہ شانہ اعنی محمدن الذی ھو اسم الجلال۔ وکذالک اختار عیسیٰ اسم احمد الذی ھو اسم الجمال بما کان نبیا جمالیا وما اعطی لہ شیٔ من القھر والقتال فحاصل الکلام ان کلا منھما اشار الی مثیلہ التام۔"

اب اگر کوئی صاحب یہ دعوٰی کر جائیں کہ شائد حضرت مسیح موعودؑ کا اس عبارت سے یہ مطلب ہو کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام نے نبی کریمؐ کی پہلی بعثت کے متعلق ہی دو مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے پیشگوئی کی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ:۔ "واشار عیسیٰ

بقوله کزرع اخرج شطأه الی قوم اٰخرین منهم واما مهم المسیح۔ بل ذکر اسمه احمد بالتصریح"

ان تمام حوالجات سے یہ بات یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ سورۃ صف میں جس احمد رسول کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام نے پیشگوئی کی ہے وہ احمد مسیح موعودؑ ہی ہے جسکی بعثت حسب وعدہ الٰہی واٰخرین منھم خود نبی کریمؐ کی بعثت ہے علاوہ اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ اسی سورۃ صف میں لکھا ہے کہ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ پیشگوئی مسیح موعودؑ کے متعلق ہے کیونکہ نبی کریم کے زمانے میں مُنہ کی پھونکوں یعنی کفر کے فتوے وغیرہ سے اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ آپ کے مخالفوں نے آپ کے خلاف تلوار اُٹھائی لیکن مسیح موعودؑ یعنی احمد کا زمانہ تلوار کا زمانہ نہیں بلکہ یضع الحرب کا زمانہ ہے اس لیئے مخالف تلوار تو نہیں اُٹھا سکے مگر انہوں نے ناخنوں تک زور لگایا لیطفئوا نور اللہ بافواھھم لیکن انکے مقابل بھی کوئی معمولی انسان نہ تھا بلکہ دم سے کافر مرتے تھے۔ فتدبّروا

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنے الہام میں احمد نام رکھا ہے اس لیئے آپ کا منکر کافر ہے کیونکہ احمد کے منکر کے لیئے قرآن میں لکھا ہے واللہ متم نورہ ولوکرہ الکافرون۔

پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۴ پر حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام درج ہے وبشر الذین اٰمنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے مومن صرف ان لوگوں کو کہا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لے آئے ہیں۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۷۹ پر ایک الہام لکھا ہے کہ وما کان اللہ لیترکک حتّٰی یمیز الخبیث من الطیب اس الہام میں دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے خبیث اور طیب۔ اور وہ دو گروہ مومنین اور منکرین کے ہیں۔ پھر حضرت صاحب کا یہ بھی ایک الہام ہے ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ ردّ علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ پھر یہ الہامات بھی حضرت صاحب کے قابل غور ہیں۔ دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین

او ادنیٰ۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی۔ انت منی بمنزلۃ عرشی۔ انت منی بمنزلۃ ولدی۔ یا قمر یا شمس انت منی و انا منک۔ انت مرادی ومعی۔ سرّک سرّی۔ بشریٰ لک یا احمدی۔ کمثلک درّ لایضاع شانک عجیب و اجرک قریب۔ انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق انت وجیہٌ فی حضرتی۔ اخترتک لنفسی۔ ان الہامات سے اُس شخص کی شان کا پتہ لگتا ہے جس کے قلب پر ان کا نزول ہُوا۔ کیا ایسے شخص کا انکار کرنے والا مومن کہلا سکتا ہے۔ اگر ایسے شخص کے انکار سے بھی ایمان قائم رہ جاوے تو دنیا سے ایمان اُٹھ جائے۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام ہے ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان وداعیاً الی اللہ و سراجاً منیرا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ پر ایمان لانیوالوں کا قول نقل کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مسیح موعودؑ ہی وہ شخص ہے جو لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا ہے پس وہ شخص جو مسیح موعودؑ کی طرف نہیں آتا وہ ایمان سے محروم ہے۔ پھر حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۸۰ پر حضرت صاحب کا یہ الہام درج ہے کہ قل جاءکم نور من اللہ فلا تکفروا ان کنتم مؤمنین یعنی تو لوگوں کو کہدے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا ہے اب اگر تم اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہو تو کفر نہ کرو۔ اس الہام سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مومن ہونے کا معیار مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کو رکھا ہے جو مسیح موعودؑ کا انکار کرتا ہے اس کا پہلا ایمان بھی قائم نہیں۔ پھر اسی صفحہ پر ایک الہام درج ہے جو یہ ہے لعلک باخعٌ نفسک الّا یکونوا مومنین یعنی کیا تو اس لیئے اپنی جان کو ہلاک کر دیگا کہ وہ مومن کیوں نہیں بنتے۔ اس الہام سے بھی صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ انسان مومن نہیں بن سکتا جب تک مسیح موعودؑ کو نہ مانے۔ اور پھر صفحہ ۸۲ پر حضرت صاحب کا یہ الہام درج ہے کہ وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام تو غالباً سب نے سُنا ہوگا کہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔

اس الہام کی تشریح میں حضرت مسیح موعودؑ نے الذین کفروا غیر احمدی مسلمانوں کو قرار دیا ہے فتدبروا- پھر حضرت صاحب کا یہ الہام بھی چھپ چکا ہے کہ:- یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون- اس الہام میں تو صریح کافر کا لفظ موجود ہے- یہ الہام بھی حضرت مسیح موعودؑ کو بہت دفعہ ہوا کہ :- وامتازوا الیوم ایھا المجرمون یعنی اے مجرمو! تم بہت مدت سے اسلام کو بدنام کر رہے ہو آج کے دن سے تم کو الگ کر دیا جاتا ہے- پھر ایک اور الہام ہے جس میں انکار کی گنجائش باقی رہتی ہی نہیں سوائے اسکے کہ الہام کا انکار کر دیا جاوے اور وہ الہام یہ ہے قل یا ایھا الکفار انی من الصّٰدقین (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۲) اب کہاں ہیں وہ لوگ جن کا یہ قول ہے کہ مسیح موعودؑ کو ماننا جزو ایمان نہیں وہ دیکھیں کہ خدا مسیح موعودؑ کو حکم دیتا ہے کہ تو کہہ اے کافرو میں صادقین میں سے ہوں یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ اس الہام میں مخاطب ہر ایک ایسا شخص ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کو صادق نہیں سمجھتا کیونکہ فقرہ انی من الصّٰدقین اس کی طرف صاف طور پر اشارہ کر رہا ہے- پس ثابت ہوا کہ ہر ایک جو آپ کو صادق نہیں جانتا اور آپکے دعاوی پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے- پھر اسکے ساتھ یہ الہام بھی قابل غور ہے کہ فقطع دابر القوم الذین لا یؤمنون- اسمیں حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں کو قوم لایومنون کے طور پر پیش کیا گیا ہے- پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۷ پر حضرت صاحب کا یہ الہام درج ہے کہ:-

چو دور خسروی آغاز کردند ✤ مسلماں را مسلماں باز کردند

اس الہامی شعر میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ کفر و اسلام کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اس میں خدا نے غیر احمدیوں کو مسلمان بھی کہا ہے اور پھر ان کے اسلام کا انکار بھی کیا ہے مسلمان تو اس لیئے کہا ہے کہ وہ مسلمان کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور جب تک یہ لفظ استعمال نہ کیا جاوے لوگوں کو پتہ نہیں چلتا کہ کون مراد ہے مگر ان کے اسلام کا اسلیئے انکار کیا گیا ہے کہ وہ اب خدا کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں بلکہ ضرورت ہے کہ انکو پھر نئے سرے سے مسلمان کیا جاوے- پھر حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اور الہام ہے جو آپ کو اپنی وفات سے چند دن پہلے

ہوا اور وہ یہ ہے ڈرومت مومنو اس میں حضرت صاحب کی وفات کی نسبت پیشگوئی تھی اور بتایا گیا تھا کہ آپ جلد وفات پا جانے والے ہیں لیکن چونکہ آپ کی وفات سے آپکے متبعین کو ایک صدمۂ عظیم پہنچنا تھا اس لیئے اللہ تعالیٰ نے بڑے رحم کے ساتھ پہلے سے ہی تسلی دیدی اور کہا کہ ڈرومت مومنو اگر غیر احمدی بھی مومن تھے تو پھر یہ الہام نعوذ باللہ بالکل لغو اور بے معنی تھا کیونکہ حضرت صاحب کی وفات سے مخالف تو خوش ہوئے تھے انکو ڈرنے کا کونسا موقعہ تھا پس اسجگہ مومن صرف ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو مسیح موعودؑ پر ایمان لے آئے ہیں۔ فتدبروا

باب چہارم

اس باب میں بعض احادیث کا ذکر ہوگا جن سے مسیح موعودؑ کے انکار کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

سو واضح ہو کہ جب آیت واٰخرین منھم اتری تو صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وہ اٰخرین کون ہیں تو آپنے سلمان فارسی کی پیٹھ پر ہاتھ مارکر کہا کہ لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس۔ اس میں ایک باریک اشارہ تھا کہ ایک وقت آئیگا جب ایمان دنیا سے اٹھ جائیگا تب اللہ تعالیٰ ایک فارسی النسل انسان کو کھڑا کرکے پھر اس کے ذریعہ سے ایمان کو دنیا میں قائم کریگا۔ یہ حدیث مسیح موعودؑ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی صورت میں بھی نازل ہوئی ہے اور مسیح موعودؑ نے فارسی النسل انسان اپنے آپکو ٹھہرایا ہے پس جو شخص مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ حقیقت میں اس ایمان لینے سے انکار کرتا ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ دنیا میں آیا مگر آپکے ایک عرصہ کے بعد پھر دنیا سے اٹھ گیا۔ کیونکہ حدیث مذکورہ بالا صاف طور پر بتا رہی ہے کہ ایک وقت آئیگا جب ایمان دنیا سے مفقود ہوجائیگا۔ پس اب مسیح موعودؑ کے منکر کو مومن کہنے کا یہ مطلب ہوگا کہ حدیث مذکورہ بالا جو حضرت مسیح موعودؑ پر الہام کی صورت پر بھی نازل ہوئی نعوذ باللہ غلط ہے اس لیئے ہم اس بات پر مجبور ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں کو ایمان سے محروم قرار دیں کیونکہ ایمان دنیا میں مسیح موعودؑ لایا ہے۔ جو

مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا اور اسکے لائے ہوئے ایمان کو قبول نہیں کرتا اسکو مومن کہنا اسی شخص کا کام ہے جو یا تو حدیث کو غلط قرار دیتا ہے اور یا مسیح موعودؑ کو فارسی النسل انسان نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں سے بچا دے پھر ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ یعنی جو شخص امام وقت کی شناخت کے بغیر مر جاتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ اسجگہ جاہلیت سے مراد کفر ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت اس زمانہ کا نام ہے جو نبی کریمؐ سے پہلے عرب پر گذرا اور وہ کفر کا زمانہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی جاہلیت کے معنی صراط مستقیم سے محروم رہنے کے کیئے ہیں دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۷ پس یہ یقینی بات ہے کہ جو امام وقت کو شناخت کرنے کے بغیر مرتا ہے وہ کفر پر مرتا ہے۔ اب دیکھو مسیح موعودؑ امام وقت تھا یا نہیں؟ اگر وہ وقت کا امام نہ تھا تو بیشک اسکا انکار کفر نہیں لیکن اگر وہ امام وقت تھا اور ضرور تھا تو یہ بات یقینی ہے کہ اس کا انکار کفر ہے۔ معلوم ہوتا ہے جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے منکروں کو کافر نہیں سمجھتے وہ در پردہ مسیح موعودؑ سے پھر گئے ہوئے ہیں اور آپ کو امام نہیں مانتے کیونکہ اگر وہ درحقیقت مسیح موعودؑ کو وقت کا امام جانتے ہیں تو اسکے انکار کو جاہلیت اور کفر کیوں نہیں سمجھتے۔ نفاق آخر کہاں تک چلیگا۔ پھر ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میری اُمت بھی ایک وقت یہودی صفت ہو جائیگی اور بالکل انکے قدم بقدم چلنے لگ جائیگی حتیٰ کہ اگر یہود میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہے تو یہ بھی کرینگے۔ اس حدیث میں اشارہ تھا اس طرف کہ اس اُمت میں سے ایک عیسیٰؑ پیدا ہوگا کیونکہ جب تک عیسیٰؑ پیدا نہ ہو مسلمانوں کی یہود سے مشابہت پوری نہیں ہوتی اب جبکہ وہ عیسیٰ موعود پیدا ہو گیا تو کیا ہمارا حق نہیں کہ ہم اسکے منکروں کو یہود سمجھیں اور یہود جو کچھ ہیں اسکو آپ لوگ جانتے ہی ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ چونکہ یہ عیسیٰ پہلے عیسیٰ سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے اس لیئے اس زمانہ کے یہودی بھی مسیح ناصری کے منکروں سے کفر میں کہیں بڑھ چڑھکر ہیں۔ پھر ایک یہ حدیث ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ:- عن عبد اللہ بن عمر و تفترق امتی علی ثلث و سبعین امۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ۔ وعن معاویۃ ثنتان و سبعون فی النار واحدۃ فی الجنۃ و

ھی الجماعۃ۔ یعنی میری اُمت تہتّر فرقوں پر منقسم ہو جائیگی وہ سب فرقے دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے۔ اور معاویہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ بہتّر فرقے دوزخ میں پڑینگے اور ایک جنت میں جائیگا اور وہ جنت میں جانے والا جماعت کا فرقہ ہوگا۔ اب کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کا ماننا جزو ایمان نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیوں مسیح موعودؑ کی جماعت جنت میں جائیگی اور مسیح موعودؑ کے منکر بقول نبی کریمؐ فی النار رہینگے۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ہر ایک وہ بات جس پر نجات کا مدار ہے جزو ایمان ہوتی ہے کیونکہ نجات کا پہلا ذریعہ ایمان ہے پس اگر مسیح موعودؑ پر ایمان لانا جزو ایمان نہیں تو کیا وجہ ہے کہ مسیح موعودؑ کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہے اور کیوں مسلمانوں کے بہتّر فرقے آگ میں ڈالے جاویں گے؟ اور پھر حدیث میں آتا ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل مسلم اکفر رجلاً فان کان کافراً والا کان ھو الکافر (ابو داؤد) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کافر کہا پس اگر وہ کافر نہیں تو وہ خود کافر ہو جائیگا۔ اس حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ ایک سچے مسلمان کو کافر قرار دینے سے انسان خود کافر ہو جاتا ہے۔ اب جن لوگوں نے مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے ہم انکو کس طرح مومن جان سکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک وہ شخص جو مسیح موعودؑ کو سچا نہیں جانتا وہ آپ کو کافر قرار دیتا ہے کیونکہ اگر مسیح موعودؑ سچا نہیں ہے تو نعوذ باللہ مفتری علی اللہ ہے اور مفتری علی اللہ قرآن شریف کی رو سے کافر ہوتا ہے پس اس حدیث سے پتہ لگا کہ نہ صرف وہ لوگ کافر ہیں جو صاف طور پر مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں بلکہ ہر ایک شخص جو مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ آپ کو کافر قرار دیکر بموجب حدیث صحیح خود کافر ہو جاتا ہے۔ فتدبروا پھر ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ مسیح موعودؑ میری قبر میں دفن ہوگا جسکے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعودؑ کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ وہ مَیں ہی ہوں جو بروزی طور پر دنیا میں آؤنگا اور حدیث مذکورہ کے یہ معنی مَینے اپنی طرف سے نہیں کیئے بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے اسکی یہی تشریح فرمائی ہے ملاحظہ ہو کشتی نوح صفحہ ۱۵۔ اب معاملہ صاف ہے اگر نبی کریمؐ کا انکار کفر ہے تو مسیح موعودؑ کا انکار بھی کفر ہونا چاہیئے کیونکہ مسیح موعودؑ نبی کریمؐ سے الگ کوئی چیز نہیں ہے

بلکہ وہی ہے اور اگر مسیح موعودؑ کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعودؑ آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے آپ کا انکار کفر نہ ہو۔

باب پنجم

اس باب میں حضرت خلیفۃ اوّل کے فتاویٰ دربارہ مسئلہ کفر و اسلام درج کیئے جائیں گے تا اس بات کا پتہ لگے کہ مہدی علیہ السلام پر ایمان لانے کے دعویٰ میں کون سچا ہے اور کس کا دعویٰ نفاق اور مصلحت وقت پر مبنی ہے۔

سو واضح ہو کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ اوّل کے سوال پیش ہوا کہ جو غیر احمدی مسلمان ہم سے پوچھے کہ ہماری بابت تمہارا کیا خیال ہے اسے کیا جواب دیا جاوے۔ فرمایا "لا الٰہ الّا اللہ کے ماننے کے نیچے خدا کے سارے ماموروں کے ماننے کا حکم آجاتا ہے۔ اللہ کو ماننے کا یہی حکم ہے کہ اسکے سارے حکموں کو مانا جاوے۔ اب سارے ماموروں کو ماننا لا الٰہ الّا اللہ کے معنوں میں داخل ہے حضرت آدمؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت مسیحؑ ان سب کا ماننا اسی لا الٰہ الّا اللہ کے ماتحت ہے حالانکہ انکا ذکر اس کلمہ میں نہیں ہے۔ قرآن مجید کا ماننا سیدنا حضرت محمدؐ خاتم النبیین پر ایمان لانا۔ قیامت کا ماننا سب مسلمان جانتے ہیں کہ اس کلمہ کے مفہوم میں داخل ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو نیک مانتے ہیں لیکن وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے تھے یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او کذّب بالحق لمّا جاءہ۔ دنیا میں سب سے بڑھکر ظالم دو ہی ہیں ایک وہ جو اللہ پر افترا کرے۔ دوم جو حق کی تکذیب کرے۔ پس یہ کہنا کہ مرزا نیک ہے اور دعاوی میں جھوٹا گویا نور و ظلمت کو جمع کرنا ہی جو ناممکن ہے" یہ مضمون چھپ چکا ہے (دیکھو بدر نمبر ۱۹ جلد ۱۰ مورخہ ۹۔ مارچ ۱۹۱۱ء)

پھر ایک دفعہ اور ایک دوست کا خط حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ بعض غیر احمدی

یہ لکھدینے کو تیار ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو مسلمان مانتے ہیں۔ فرمایا پھر وہ مرزا صاحب کے دعوی اور الہام کے متعلق کیا کہیں گے۔ مدعی وحی و الہام کے معاملہ میں دو گروہ ہی ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبًا او کذب بالحق لما جاءہ الیس فی جھنم مثوی للکافرین اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جو خدا پر افترا کرے اسے خدا کی طرف سے الہام نہ ہوا ہو اور کہے کہ مجھے ہوا ہے۔ ایسا ہی اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جو اُس حق کی تکذیب کرے۔ یا تو مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے تھے انکو ماننا چاہیئے یا جھوٹے تھے انکا انکار کرنا چاہیئے اگر مرزا صاحب مسلمان تھے تو انہوں نے سچ بولا اور وہ فی الواقع مامور تھے اور اگر انکا دعویٰ جھوٹا ہے تو پھر مسلمانی کیسی؟" (دیکھو بدر نمبر ۲۴ جلد ۱۰ مورخہ ۱۳۔ اپریل ۱۹۱۱ء)

پھر بدر نمبر ۲۷ جلد ۱۰ مورخہ ۴۔ مئی ۱۹۱۱ء میں آپنے ایک اعلان چھپوایا کہ "میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاکر اعلان کرتا ہوں کہ میں مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو دل سے مانتا اور یقین کرتا ہوں اور ان معتقدات کو نجات کا مدار ماننا میرا ایمان ہے"۔ پھر بدر نمبر ۳۹ جلد ۱۰ مورخہ ۲۷۔ جولائی ۱۹۱۱ء میں آپ کی طرف سے کسی کے خط کا جواب چھپا ہے جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "حدیث شریف میں آیا ہے من قال لاخیہ المسلم یا کافر فقد باء بہ احدھما۔ ہم یقیناً اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں۔ ملائکہ۔ انبیاء و رسل۔ کتب اللہ پر ایمان ہے نمازیں پڑھتے ہیں زکوٰتیں دیتے حج کرتے روزہ رکھتے ہیں اور یہ ہمارا ایمان ہے۔ پھر جو ہمیں کافر کہتا ہے اور کافر سے بدتر ہم سے معاملہ کرتا ہے وہ اس حدیث کے ماتحت اپنے آپ کو کیا فتویٰ دیتا ہے۔ ہم فتویٰ نہیں دیتے۔ قرآن کریم نے دو شخصوں کو بڑا ظالم ٹھہرایا ہے ایک وہ جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھے دوسرے وہ جو راستباز اور اس کی حق تعلیم کا انکار کرے۔ قرآن مجید میں ہے ومن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبا او کذب بالحق لما جاءہ۔ اب ظالم تر یا مرزا ہے یا یہ مکفرین۔ مرزا کو تو ہم مفتری نہیں مان سکتے اب انکو کیا کہیں۔ یہ مضمون کسی قدر مفصل لکھنے کے قابل ہے اور بیماری اجازت نہیں دیتی۔ اگر مفید نہ ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ مکرر عرض کرونگا" (نور الدین۔ ۱۷۔ جولائی ۱۹۱۱ء)

پھر ایک دفعہ "ایک احمدی کا خط پیش ہوا کہ مجھے آپکے میموریل جمعہ کے ساتھ اتفاق ہے۔ میں اپنے خیال کے مطابق کسی مسیح کی آمد کا منتظر نہیں ہوں اور نہ کسی کی ضرورت ہے اور نہ خلیفۃ المسیح کی ضرورت ہے البتہ نیکوکار خداپرست رہبروں کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے۔ اور مرزا صاحب مرحوم اور جناب کی مثال جتنے بزرگ دنیا میں پیدا ہوں کم ہیں۔ فرمایا۔ یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے فقرات بولنے والے لوگ کیا مطلب اپنے الفاظ کا رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں مسیح ہوں مہدی ہوں خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ وہ برابر اپنے الہام سُناتے رہے۔ اب یا تو ایسا شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور اس قابل ہے کہ اسے مسیح مان لیا جاوے اور یا وہ خدا پر افترا کرتا ہے اور قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مفتری سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں۔ راہیں تو دو ہی ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ تیسری راہ کہاں سے لوگوں نے فرض کر لی ہے"۔ (دیکھو بدر نمبر ۴۹ و ۴۴ جلد ۱ مورخہ ۵۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

پھر بدر نمبر ۲ جلد ۱۲ مورخہ ۱۱۔ جولائی ۱۹۱۲ء میں چھپ چکا ہے کہ "ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیحؓ سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں؟ فرمایا اگر خدا کا کلام سچ ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی"۔

پھر ایک دفعہ اور "ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں فرمایا میرے نزدیک مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو مانے ایک شخص اگر مسیح اور مہدی ہونیکا دعویٰ کرتا ہے تو مدعی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ جھوٹا ہے تب تو اس سے بڑھکر کوئی شریر نہیں۔ اور اگر وہ سچا ہے تو اسکو نہ ماننے والا خدا تعالیٰ سے جنگ کرتا ہے"۔ (دیکھو بدر نمبر ۱۵ جلد ۱۳ مورخہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

پھر کلام الامام مندرجہ الحکم نمبر ۲۲ جلد ۱۳ مورخہ ۲۸۔ جون ۱۹۰۹ء میں حضرت مولوی صاحب کے الفاظ میں یوں لکھا ہے کہ "ایک غیر احمدی مولوی نے ہماری دعوت کی یہ غلام محمد امرتسری بھی ہمارے ساتھ تھے وہ میزبان خود تو بیٹھا جھلنے کھڑا ہو گیا اور دوسرے مولوی کو پہلے ہی ہم سے بحث کرنے کو لا کر ہمارے پاس بٹھا دیا تھا۔ بہت سی باتیں نرمی و محبت کی کرتا رہا کہ ہم تو عیسیٰ کو مرا ہوا مانتے ہیں اور مرزا صاحب کو بڑا راستباز جانتے ہیں اور بھی سب باتوں کو مانتے ہیں گویا آپکے

مرید ہی ہیں۔ مولوی صاحب! ذرا یہ چھوٹا سا مسئلہ بتائیے کہ جو مرزا صاحب کو نہ ماننے اسکے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ مینے کہا کہ ایک طرف موسیٰ علیہ السلام دوسری طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر ایک طرف موسوی مسیح ہے دوسری طرف محمدی مسیح۔ موسیٰ علیہ السلام کے منکروں کو کیا سمجھنا چاہیئے آپ جانتے ہی ہیں پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کو کیا سمجھنا چاہیئے یہ بھی آپکو معلوم ہے۔ اسی طرح موسوی مسیح کے منکر کو بھی جو کچھ سمجھتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں محمدی مسیح کے منکر کو کیا سمجھیں۔ یہ آپ خود ہی تجویز فرما سکتے ہیں۔ یہ سُنکر اپنے لڑکے سے کہنے لگا لا جلدی سے کھانا۔ ان سے بحث کرنا کوئی معمولی بات نہیں (فرمودہ ۱۵۔ مئی ۱۹۰۹ء در مسجد مبارک)

پھر ایک اور موقعہ پر حضرت خلیفۂ اولؓ نے فرمایا کہ ”اگر مرزا صاحب کو خدا کا مامور و مرسل ماننے سے تم ہم کو کافر بناتے ہو تو تم خود سوچ لو کہ ایک مامور مرسل کے انکار سے تم کیا بن سکتے ہو کفر تو نہ ماننے کا نام ہے ماننے والے تو مومن ہی کہلاتے ہیں“ (دیکھو الحکم نمبر ۲۷ و ۲۶ جلد ۱۶ مورخہ ۲۱ و ۲۸۔ جولائی ۱۹۱۲ء)

پھر لاہور احمدیہ بلڈنگس کے مسجد نما ہال میں کھڑے ہو کر حضرت خلیفۂ اولؓ نے جو تقریر فرمائی وہ مسئلہ کفر و اسلام کو بالکل صاف کر دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔ ”دوسرا مسئلہ جس پر اختلاف ہوتا ہے وہ اکفار کا مسئلہ ہے۔ اپنے مخالفوں کو کیا سمجھنا چاہیئے؟ اس مسئلہ کے متعلق تم آپسمیں جھگڑتے ہو۔ ہمارے بادشاہ ہمارے آقا مرزا صاحب نے اسکو کھولکر بیان کر دیا ہے مگر تم پھر بھی جھگڑتے ہو...... انبیاءؑ کی ضرورت اور ان پر ایمان کے متعلق قرآن مجید نے کھولکر بیان کیا ہے...... پس یہ کیسی صاف راہ ہے۔ ہر نبی کے زمانہ میں لوگوں کے کفر اور ایمان کے اصول کلام الٰہی میں موجود ہیں جب کوئی نبی آیا اسکے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق کیا دقت باقی رہ جاتی ہے؟ ایچا پیچی کرنی اور بات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے کفر ایمان اور شرک کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ پہلے نبی آتے رہے انکے وقت میں دو ہی قومیں تھیں۔ ماننے والے اور نہ ماننے والے کیا ان کے متعلق کوئی شبہ تمہیں پیدا ہوا؟ اور کوئی سوال اٹھا کہ نہ ماننے والوں کو کیا کہیں جو آپ تم کہتے ہو کہ مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو کیا کہیں...... غرض کفر و ایمان کے اصول تم کو بتا دیئے گئے ہیں۔ حضرت صاحب خدا کے مرسل ہیں اگر وہ نبی کا لفظ اپنی نسبت بولتے

تو بخاری کی حدیث کو نعوذ باللہ غلط قرار دیتے جس میں آنیوالے کا نام نبی اللہ لکھا ہے پس
نبی کا لفظ بولنے پر مجبور ہیں۔ اب انکے ماننے اور انکار کا مسئلہ صاف ہے۔ عربی بولی میں کفر
انکار ہی کو کہتے ہیں۔ ایک شخص اسلام کو مانتا ہے۔ اس حصہ میں اسکو اپنا قریبی سمجھ لو جس طرح
یہود کے مقابلہ میں عیسائیوں کو قریبی سمجھتے ہو اسی طرح یہ مرزا صاحب کا انکار کرکے ہمارے
قریبی ہو سکتے ہیں" (دیکھو بدر نمبر ۱ جلد ۱۲ مورخہ ۴۔ جولائی ۱۹۱۲ء)

پھر الفضل نمبر ۵۰ ج مورخہ ۲۷۔ مئی ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کا ایک
فتویٰ چھپا ہے وہ بھی مسئلہ کفر کو بالکل صاف کر دیتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے
ہیں "سینکڑوں امور کفر کے ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک کا بھی معتقد ہو تو کافر ہو سکتا
ہے کجا ۹۹۔ مثلاً کوئی کہے اللہ کا ماننا لغو ہے یا یہ کہ رسولوں کا اعتقاد بیہودہ ہے تو کیا آپ کو
اسکے کفر میں تردد ہوگا۔ اسرائیلی مسیح کے وقت مسیح کے منکر یہود اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے
توریت پر ان کا ایمان تھا سب رسولوں کو مانتے تھے سوائے حضرت مسیح کے۔ کیا وہ کافر
تھے یا نہ تھے؟

ہمارے پاک سردار سید و مولا خاتم الرسل خاتم الانبیاء شفیع یوم الجزاء محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر یہود اور نصاریٰ اللہ کو مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کتابوں
فرشتوں کو مانتے ہیں کیا اس انکار پر کافر ہیں یا نہیں؟ کافر ہیں! اگر اسرائیلی مسیح رسول کا
منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں اگر اسرائیلی مسیح موسیٰ کا خاتم الخلفا یا
خلیفہ یا متبع ایسا ہے کہ اس کا منکر کافر ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم الخلفا
یا خلیفہ یا متبع کیوں ایسا نہیں کہ اسکا منکر کافر ہو۔ اگر وہ مسیح ایسا تھا کہ اس کا منکر کافر ہے
تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں یہ محمدی مسیح اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین اور اس کا
غلام ہے"

پھر حضرت خلیفہ اول کا ایک خط ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں چھپ چکا ہے
جسمیں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میاں صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپکے سوالات پر خاکسار کو تعجب

آتا رہا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ مقلد ہیں یا غیر مقلد ہیں پھر آپ کی استعداد کس قدر ہے جوابات کے لئے مخاطب کی حالت اگر معلوم ہو تو مجیب کو بہت آرام ملتا ہے بہرحال گذارش ہے۔ آپ کفر دون کفر کے قائل معلوم ہوتے ہیں کیونکہ آپنے کفر کے مساوات کا تذکرہ خط میں بہت فرمایا ہے۔ میاں صاحب! رسولوں میں تفاضل تو ضرور ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تلك الرسل فضلنا بعضهم علىٰ بعض ابتداء پارہ تیسرا۔ جب رسل میں مساوات نہ رہی تو انکے انکار کی مساوات بھی آپکے طرز پر نہ ہوگی تو آپ ایسا خیال فرمالیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے مسیح کا منکر جس فتوے کا مستحق ہے اس سے بڑھکر خاتم الانبیاء کے مسیح کا منکر ہے صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔ میاں صاحب اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے ارشاد فرماتا ہے کہ ان کا قول ہوتا ہے لا نفرق بین احد من رسله اور آپنے بلا وجہ یہ تفرقہ نکالا کہ صاحب شریعت کا منکر کافر ہو سکتا ہے اور غیر صاحب شرع کا منکر کافر نہیں مجھے اس تفرقہ کی وجہ معلوم نہیں ہوئی نیز عرض ہے خلفاء کے منکر پر بھی کفر کا فتویٰ قرآن مجید میں موجود ہے۔ آیت خلافت جو سورۃ نور میں ہے اسمیں ارشاد الٰہی ہے ومن کفر بعد ذالك فاولٰئك هم الفٰسقون اور فاسق کو اللہ تعالیٰ نے مومن کے مقابلہ پر رکھا ہے۔ ارشاد ہے افمن کان مومنا کمن کان فاسقا بلکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں میں تفرقہ کنندے کو قرآن کریم نے کافر فرمایا ہے پارہ چھ میں ہے یفرقون بین الله ورسله پھر فرمایا اولٰئك هم الکافرون حقاً پارہ چھ رکوع اول۔ یہاں تفرقہ بین اللہ وبین الرسل ہی کفر کا باعث قرار دیا ہے۔ جن دلائل وجوہ سے ہم لوگ قرآن کریم کو مانتے ہیں انہیں دلایل و وجوہ سے ہمیں مسیح کو ماننا پڑا ہے اگر دلائل کا انکار کریں تو اسلام ہی جاتا ہے۔ آپ اس آیت پر غور فرماویں واذا قیل لهم اٰمنوا بما انزل الله قالوا نؤمن بما انزل الینا ویکفرون بما وراءه وهو الحق مصدقا لما معهم۔ دلائل کی مساوات پر مدلول کی مساوات کیوں نہیں مانی جاتی کیا آپکے نزدیک مسلم رسل جو صاحب شریعت

نہیں انکا انکار بھی کفر نہیں؟ میرے خیال میں میں اور اکثر عقلمند مرزائی یہ نہیں مانتے کو تمام مساوی ہیں۔ کفر دون کفر کے قائل ہیں" (نور الدین ۵- جولائی ۱۹۰۷ء)

اس باب میں چند اعتراضوں کا مختصراً جواب دیا جاویگا جو خلافت کے مخالفین کی طرف سے مسئلہ کفر کے متعلق ہم پر ہوتے ہیں:-

پہلا اعتراض جو وہ لوگ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بعض کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ میرا انکار کرکے کوئی شخص کافر نہیں ہوجاتا؟ مثلاً وہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ پر لکھا ہے:- "میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا ہاں ضال اور جادہ صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور میں اُس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا ہاں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادہ صواب سے دور سمجھتا ہوں جو اِن سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدائے تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں..... لیکن میں کسی کلمہ گو کا کافر نام نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کرکے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالیوے"

سو اسکا **جواب** یہ ہے کہ بے شک ایک وقت حضرت صاحب نے ایسا لکھا کہ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً اس عقیدہ سے بدل دیا جیسا کہ آپ عبد الحکیم خاں کو لکھتے ہیں کہ:- "بہرحال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جسکو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں"

دوسرے یہ کہ حضرت صاحب یہ تو ہمیشہ ہی لکھتے آئے ہیں کہ بموجب حدیث صحیح مجھے کافر کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت صاحب کو کون کافر کہتا ہے قرآن کریم

میں آیا ہے کہ فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بآیٰتہ یعنی دو شخص سب سے بڑھکر کافر ہیں ایک وہ جو خدا پر افتریٰ کرتا ہے دوسرے وہ جو خدا کے کلام کی تکذیب کرتا ہے پس اس لیئے ہر ایک وہ شخص جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا آپکو کاذب قرار دیتا ہے اس لیئے خود کافر ہو جاتا ہے اور یہی ہمیشہ سے حضرت صاحب کا عقیدہ ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ اوائل زمانے میں اپنے منکروں کو صرف اپنے انکار کی وجہ سے کافر نہیں کہتے تھے لیکن انکو اپنی تکفیر کی وجہ سے ضرور کافر قرار دیتے رہے اور یہ یاد رہے کہ آپکے خیال میں تکفیر کرنے والا ہر ایک وہ شخص ہے جو آپ کو نہ مانے جیسا کہ آپ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ پر لکھتے ہیں کہ: "خدا کے نزدیک کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے ایک ہی قسم کے انسان ہیں کیونکہ جو مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری علی اللہ قرار دیکر میری تکفیر کرتا ہے" یہ تو وہ عقیدہ ہے جو حضرت صاحب کا شروع سے لیکر آخر تک رہا لیکن آپ کا دوسرا عقیدہ کہ میرے انکار کی وجہ سے کفر لازم نہیں آتا اللہ تعالیٰ کے الہام نے بدل دیا جیسا کہ میں اوپر بتا آیا ہوں اور اس تبدیلی عقیدہ کی یہ وجہ تھی کہ آپ اوائل میں اپنی نبوت کو جزوی نبوت سمجھتے رہے مگر بعد میں اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے آپکے اس خیال کو بدل دیا اور آپ کو اس بات پر مجبور کیا کہ آپ اپنے آپ کو کامل ظلی نبی کے طور پر پیش کریں جس کے انکار سے انسان بموجب آیت اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا کافر ہو جاتا ہے۔ فتدبروا

دوسرا یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ایک کلمہ گو کس طرح کافر ہو سکتا ہے اور غیر احمدی مسلمان تمام کلمہ گو ہیں وہ مسیح موعودؑ کے انکار سے کس طرح کافر ہو جائینگے۔

تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ ہم کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے ہاں جسکے اندر خود کوئی کفر کی وجہ پیدا ہو جائے اسے کس طرح مومن جان سکتے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ اگر ایک کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کو کافر کہکر خود کافر ہو جاتا ہے تو کیوں وہ کفر کی کسی اور وجہ سے پیدا ہو جانے سے کافر نہیں ہو سکتا مثال کے طور پر دیکھو زید اور بکر دو کلمہ گو مسلمان ہیں ان میں سے زید بغیر کسی کافی ثبوت کے بکر کو کافر کہتا ہے تو زید بموجب فتویٰ حضرت نبی کریمؐ باوجود

کلمہ گو ہونے کے کافر ہو جائیگا جب زید کو اس کا کلمہ گو ہونا کافر ہو جانے سے بچا نہیں سکتا تو پھر یہ کہنا کہ کلمہ گو کسی صورت میں بھی کافر نہیں ہو سکتا کیسا بیہودہ اور بے معنی مسئلہ ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ کلمہ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک اصول کے طور پر ہے اس میں باقی تمام رسول بھی شامل ہیں۔ محمد رسول اللہ کا نام اسواسطے کلمہ میں رکھا گیا ہے کہ وہ تمام رسولوں کے سرتاج ہیں پس وہ جو آپ کے کسی ماتحت افسر کا انکار کرتا ہے وہ حقیقت میں آپ کا انکار کرتا ہے اس لیئے باوجود زبانی دعویٰ کرنے کے اسکے لیئے یہی کہا جائیگا کہ وہ محمد رسول اللہ کو نہیں مانتا۔ حدیث میں آتا ہے من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ یعنی جس نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں وہ جنت میں جائیگا۔ اب اس فقرہ کے ظاہرہ معنی لیئے جاویں تو نعوذ باللہ ماننا پڑیگا کہ نبی کریمؐ پر ایمان لانا بھی ضروری نہیں ہے صرف اللہ کو ایک ماننا نجات کے لیئے کافی ہے حالانکہ یہ قرآن کی صریح تعلیم کے خلاف ہے اسلیئے تمام علمائے اُمت نے لا الٰہ الا اللہ میں محمد رسول اللہ کو داخل سمجھا ہے پس جب لا الٰہ الا اللہ میں محمد رسول اللہ شامل ہو سکتا ہے تو کیوں محمد رسول اللہ میں باقی سارے رسول شامل نہیں ہو سکتے۔ یہ مضمون کسی قدر لمبا بیان چاہتا ہے مگر بخوفِ طوالت اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

تیسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب تو صرف بطور اسلام کے ایک خادم کے آئے تھے ان کا کام صرف نبی کریمؐ کا منوانا تھا اس لیئے مرزا صاحب کی ذات پر ایمان لانا ضروری نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی کریمؐ کو منوانے آئے تھے مگر یہ بھی تو درست ہے کہ نبی کریمؐ خدا کو منوانے آئے تھے اب نبی کریمؐ کے ماننے سے بھی چھٹی ہوئی صرف خدا کو لیئے بیٹھے رہو۔ نادان اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جس طرح نبی کریمؐ نے خدا کو منوانے کے لیئے اپنے آپ کو منوایا اور اس بات کو ضروری قرار دیا کہ آپ پر ایمان لایا جاوے یہی حال مسیح موعودؑ کا ہے وہ بے شک نبی کریمؐ کو منوانے کے لیئے مبعوث کیا گیا مگر ساتھ ہی اسپر ایمان لانا بھی ضروری ہو گیا۔ کیا معترض کو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جب نبی کریمؐ

خدا کو منوانے آئے تھے تو پھر آپ کو ماننے کی کیا ضرورت ہے اور اگر خدا کو ماننے کے لیے نبی کریمؐ کا ماننا ضروری ہے تو ہم کہتے ہیں اس زمانہ میں نبی کریمؐ کو ماننے کے لیئے مسیح موعودؑ پر ایمان لانا ضروری ہے اور اگر ہمارے مخالف یہ کہیں کہ کیا نبی کریمؐ کو بغیر اتباع مسیح موعودؑ نہیں مانا جا سکتا آخر اتنے لوگ آپ کو پہلے مانتے ہی تھے تو ہم کہیں گے کہ کیا خدا کو بغیر اتباع نبی کریمؐ نہیں مانا جاسکتا آخر اتنے لوگ پہلے اسکو مانتے ہی تھے اور اگر یہ کہو کہ بغیر ماننے نبی کریمؐ کے خدا پر ایمان کامل نہیں ہو سکتا تو ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح بغیر مسیح موعودؑ کو ماننے کے اِس زمانہ میں نبی کریمؐ پر ایمان کامل نہیں ہو سکتا غرض ایسی حجتیں نکالنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو قرآن اور حدیث کے محاورات سے بالکل بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسل کے کیا معنی ہیں۔ اور پھر ہمارے مخالف اس بات پر بھی تو غور کریں کہ اگر مسیح موعودؑ پر ایمان لانا ضروری نہیں تو کیوں نبی کریمؐ نے اس پر ایمان لے آنے کی اپنی اُمّت کو وصیت فرمائی اور اسکے نہ ماننے والوں کو یہودی قرار دیا۔

چوتھا اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ صرف شرعی نبی کا انکار کفر ہوتا ہے غیر شرعی نبی کا انکار کفر نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کا ثبوت پیش کیا جاوے کہ غیر شرعی نبی کا انکار کفر نہیں ہوتا قرآن کریم میں تو یہ آتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اُولٰئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا۔ اس آیت کریمہ میں تو اللہ تعالیٰ نے رسل کا لفظ رکھا ہے جس میں ہر ایک قسم کے رسول شامل ہیں کوئی خصوصیت نہیں چاہے کوئی رسول شرعی ہو یا غیر شرعی ہندوستان میں آوے یا کسی اور ملک میں کسی ایک کا انکار کفر ہو جاتا ہے اور اگر یہ کہو کہ پھر حضرت مسیح موعودؑ نے تریاق القلوب میں کیوں لکھا ہے کہ صرف شرعی نبی کا منکر کافر ہوتا ہے کسی اور کا نہیں۔

تو اس کا یہ **جواب ہے** کہ ہم تو دونوں کو سچا جانتے ہیں۔ قرآن تو خود ذات باری تعالیٰ کا کلام ہے اور مسیح موعودؑ کا قول بھی اس شخص کا قول ہے جسکو نبی کریمؐ نے حکم کے نام سے

پکارا ہے۔ پس ہم کو چاہیئے کہ کسی نہ کسی طرح ہر دو اقوال کو تطبیق دینے کی کوشش کریں کیونکہ ہمارے لیئے دونوں واجب القبول ہیں۔ اب اگر ہم غور کریں تو بات مشکل نہیں رہتی بلکہ بہت جلد حل ہو جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ چونکہ شرعی نبی اپنے ساتھ احکام لاتا ہے اسلیئے اس کا انکار براہ راست انسان کو کافر بنا دیتا ہے مگر غیر شرعی نبی کے معاملہ میں یہ بات نہیں یعنی وہ اپنے ساتھ کوئی نئے احکام نہیں لاتا اس لیئے اس کا انکار براہ راست انسان کو کافر نہیں بناتا بلکہ چونکہ ایسے نبی کا انکار حقیقت میں اُس نبی کا انکار ہوتا ہے جس کی شریعت پر وہ لوگوں کو قائم کرنے کے لیئے مبعوث کیا گیا ہے اس لیئے اسکے منکروں پر کفر کا فتویٰ اِسی واسطہ سے عائد ہوتا ہے یعنی غیر شرعی نبی کا انکار انسان کو بلا واسطہ کافر نہیں بناتا بلکہ بالواسطہ کافر بناتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ حقیقت میں خود محمد رسول اللہ کو نہیں مانتا جسکے لیئے میں مبعوث کیا گیا ہوں پس مسیح موعودؑ نے بھی سچ لکھا ہے کہ صرف شرعی نبی کا انکار کفر ہے اور قرآن کریم بھی سچ کہتا ہے کہ ہر ایک نبی کا انکار کفر ہے۔ مسیح موعودؑ کا کلام تو اس طرح سچا ہے کہ وہ جسکے انکار سے بلا واسطہ انسان کافر ہو جاتا ہے صرف شرعی نبی ہی ہے کیونکہ احکام صرف ایسے نبی کو ہی ملتے ہیں۔ اور قرآن کریم کا فرمان اس طرح سچ ہے کہ غیر شرعی نبی کا انکار خواہ بالواسطہ کفر ہو مگر آخر ہے تو کفر ہی۔ پس اس لحاظ سے کہ نتیجہ ہر ایک نبی کے انکار کا خواہ وہ شرعی ہو یا غیر شرعی کفر ہی ہوتا ہے قرآن کریم کا فتویٰ بھی حق ہوا پس مسیح موعودؑ کا منکر کافر تو ضرور ہوا مگر ہاں اُسپر کفر کا فتویٰ مسیح موعودؑ کی طرف سے نہیں لگایا جائیگا بلکہ خود دربار محمدی سے یہ فرمان جاری ہوگا کیونکہ مسیح موعودؑ اپنی ذات میں کچھ چیز نہیں بلکہ صرف محمد رسول اللہ کا کامل ظل ہونے کی وجہ سے قائم ہے۔ فتدبروا

پانچواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر نبی کریمؐ کے بعد مرزا صاحب بھی ایسے نبی ہیں کہ ان کا ماننا ضروری ہے تو پھر مرزا صاحب کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے۔

تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ جب انسان کسی حق کا انکار کرتا ہے تو اسکی عقل ماری جاتی ہے اور وہ ایسی ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے کہ ایک بچہ بھی انہیں سنکر ہنسے۔ اب یہ کیسی بیوقوفی کی بات ہے کہ مرزا صاحب کا ماننا اگر ضروری ہے تو ان کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے۔ غالباً

معترض کا یہ خیال ہے کہ کلمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک اس غرض سے رکھا گیا ہے کہ وہ آخری نبی ہیں تبھی تو یہ اعتراض کرتا ہے کہ اگر محمدؐ رسول اللہ کے بعد کوئی اور نبی ہے تو اس کا کلمہ بناؤ نادان اتنا نہیں سوچتا کہ محمدؐ رسول اللہ کا نام کلمہ میں تو اس لیئے رکھا گیا ہے کہ آپ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النبیین ہیں اور آپ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود اندر آجاتے ہیں ہر ایک کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے ہاں حضرت مسیح موعودؑ کے آنے سے ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے تو محمدؐ رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء شامل تھے مگر مسیح موعودؑ کی بعثت کے بعد محمدؐ رسول اللہ کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی لہٰذا مسیح موعودؑ کے آنے سے نعوذ باللہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ باطل نہیں ہوتا بلکہ اور بھی زیادہ شان سے چمکنے لگ جاتا ہے۔ غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لیئے یہی کلمہ ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعودؑ کی آمد نے محمدؐ رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے اور بس۔ علاوہ اسکے اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریمؐ کا اسم مبارک اس لیئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعودؑ نبی کریمؐ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے صار وجودی وجودہ نیز من فرق بینی وبین المصطفٰے فما عرفنی وما رٰی اور یہ اس لیئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت اٰخرین منھم سے ظاہر ہے پس مسیح موعودؑ خود محمدؐ رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لیئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں ہاں اگر محمدؐ رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔ فتدبروا

چھٹا اعتراض یہ ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ کے لفظ رسل کے مفہوم میں صرف وہی رسول شامل ہیں جو محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے ہیں اور اس کا ثبوت یہ دیا جاتا ہے کہ سورۃ بقرہ کے پہلے رکوع میں متقی کی شان میں

آتا ہے والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ هم یوقنون۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف نبی کریم اور آپ کے پہلے انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے بعد میں آنیوالے پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں تو رسولوں کا ذکر نہیں بلکہ الہام الٰہی اور کتب کا ذکر ہے جیسے ما انزل الیک وما انزل من قبلک سے ظاہر ہے اب چونکہ نبی کریمؐ کے بعد کوئی نئی وحی شریعت نہیں اس لیئے آپکے بعد کے زمانہ کا ذکر ضروری نہ تھا۔ اسی وجہ سے اسے چھوڑا گیا۔ ہاں چونکہ ہمارے لیئے ما انزل الیک وما انزل من قبلک پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اسلیئے ہمارا فرض ہے کہ دیکھیں کہ ما انزل الیک اور ما انزل من قبلک میں کیا تعلیم دی گئی ہے۔ اب ما انزل الیک یعنی قرآن میں ہم لکھا دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو سارے نبیوں کو ماننا ضروری نہیں سمجھتے اور بعض کو مانتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں وہ پکے کافر ہیں۔ دوسرے معترض کو اتنا تو غور کرنا چاہیئے تھا کہ قرآن کریم کی آیت لا نفرق بین احد من رسلہ ایک اصول کے رنگ پر ہے۔ اگر صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کے مُنہ سے یہ کلمہ نکلتا تھا تو اسکا مطلب یہ ہوتا تھا کہ میں نبی کریم اور آپ سے پہلے گذرے ہوئے تمام انبیاء کو مانتا ہوں لیکن اس زمانہ میں چونکہ لفظ رسل کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی ہو چکی ہے اس لیئے لا نفرق بین احد من رسلہ حقیقی طور پر صرف اس شخص کا قول ہو سکتا جو اس میں مسیح موعودؑ کو بھی شامل سمجھے۔ یہ ایک موٹی سی بات ہے کہ مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے رسل کے مفہوم میں محمد رسول اللہ عیسیٰ یحییٰ زکریا سلیمان داؤد موسیٰ یوسف یعقوب اسحٰق اسمٰعیل ابراہیم نوح علیہم السلام شامل تھے مگر مسیح موعودؑ نہ تھا لیکن مسیح موعودؑ جب دنیا میں آگیا ہے اور ایک رسول کی حیثیت میں لوگوں کے سامنے کھڑا ہوا تو پھر اُسے بھی اس فہرست میں شامل کیا گیا۔ اگر آیت کریمہ میں لفظ رسل کے مفہوم میں صرف آنحضرتؐ اور آپ سے پہلے گذرے ہوئے رسل شامل تھے تو قرآن کریم اس آیت کو کبھی اصول کے رنگ میں پیش نہ کرتا مگر اس نے تو اسے ایک اصول ٹھہرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مومن وہی ہوتا ہے جس کا یہ قول ہو تو پھر یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ مسیح موعودؑ کو لفظ رسل میں شامل نہ کیا جاوے اگر وہ خدا کا رسول ہے تو ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اُس پر ایمان لانا بھی ضروری

ہے پھر شاید معترض کی اس طرف نظر نہیں گئی کہ وما انزل من قبلک کے آگے وبالآخرۃ
ھم یوقنون بھی لکھا ہوا ہے۔ یہاں یوم الآخرۃ کا لفظ تو نہیں ہے کہ ہم ضرور جزا اور سزا
کے دن کے معنی کریں بلکہ اس سے نبی کریمؐ کے بعد نازل ہونے والا الہام مراد ہے کیونکہ یہاں
الہامات کا ہی ذکر ہے پس ہم کہتے ہیں کہ وہی مسیح موعودؑ ہے اور یہ معنی ہم نے اپنے پاس سے نہیں
کیئے بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے آخرت سے اپنی وحی مراد لی ہے[1] اور حضرت خلیفہ اولؓ نے
بھی جو پہلا پارہ باترجمہ چھپوایا تھا اس میں آخرۃ سے مراد مسیح موعودؑ کا الہام لیا ہے۔ غرض معترض خواہ
ہزار سر پیٹے اب مسیح موعودؑ کے ماننے کے بغیر تو نجات نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ آسمانی نوروں میں
سے آخری نور ہے اور اسکے بغیر سب تاریکی ہے۔

پھر ساتواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مسیح موعودؑ تو آنحضرتؐ کا ایک خلیفہ تھا اس لیئے
اس کا منکر تو فاسق ہوا نہ کہ کافر۔

تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ غیر احمدیوں کے ڈر سے تمہارا خون خشک ہوتا ہے تم بھلا ان کو
فاسق کیوں کہنے لگے۔ اچھا اگر کچھ ہمت ہے اور یہ قول تمہارا نفاق پر مبنی نہیں تو اپنے
اخبار میں موٹے الفاظ میں یہ چھپوا دو کہ چونکہ مسیح موعودؑ نبی کریمؐ کا خلیفہ ہے اس لیئے ہم تمام
غیر احمدیوں کو بموجب قرآن کریم کی تعلیم کے فاسق سمجھتے ہیں تب ہم مان لیں گے کہ آپکا یہ قول
کہ مسیح موعودؑ نبی کریمؐ کا چونکہ خلیفہ ہے اس لیئے اس کا منکر کافر نہیں بلکہ فاسق ہے نفاق پر
مبنی نہیں ورنہ عورتوں کی طرح اپنے گھروں کی چاردیواری میں بیٹھکر باتیں بنانے کے ہم قائل
نہیں۔ اگر ہمت ہے تو مرد میدان بنو اور اپنے فتویٰ کو شائع کرو ورنہ ہم سمجھ لینگے کہ آپ لوگ
مسیح موعودؑ کو آنحضرتؐ کا خلیفہ بھی نہیں مانتے۔ میں اس بات پر علیٰ وجہ البصیرۃ قائم ہوں
کہ آپ لوگوں کو خلافت ثانی کا ابتلا نہیں ہے بلکہ خلافت کے مسئلہ کو تو ایک آڑ بنا لیا گیا
ہے ورنہ دراصل حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کے متعلق سارا ابتلاء ہے لیکن چونکہ ایک
دفعہ ان کو مسیح موعودؑ مان چکے ہو اور اتنی ہمت نہیں رکھتے کہ عبدالحکیم خان کی طرح کھلے الفاظ میں
انکار کر دو اس لیئے ساتھ لگے چلے جاتے ہو۔ اگر آپ سارے ایسے نہیں تو کم از کم آپ میں سے
بعض تو یقیناً در پردہ احمدیت کو اشاعت اسلام کے لیئے سم قاتل ٹھہرا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

[1] اس کے متعلق ہم ایک شہادت صفحہ ۱۶۴ کے حاشیہ پر درج کرتے ہیں انشاء اللہ اس شہادت سے معترض کے اعتراض کی ساری حقیقت کھل جائیگی۔ منہ

اپنا رحم کرے۔ اب اپنے اعتراض کا حقیقی جواب بھی سُن لو اور وہ یہ کہ مسیح موعودؑ کی دو حیثیتیں ہیں وہ خلیفہ بھی ہیں اور نبی بھی۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی میں اِن ہر دو ناموں سے یاد کیا ہے جیسا کہ آپ کا الہام ہے ارد ت ان استخلف فخلقت اٰدم یعنی خدا کہتا ہے کہ مَینے ارادہ کیا کہ ایک خلیفہ بناؤں پس مَینے اس آدم کو پیدا کیا۔ اس الہام میں مسیح موعودؑ کو خلیفہ کہا گیا ہے اسکے علاوہ مسیح موعودؑ نے ویسے بھی اپنے آپ کو آنحضرتؐ کے نائب یعنی خلیفہ کے طور پر پیش کیا ہے مگر ایک اور آپ کا الہام ہے یا ایُّھا النبی اطعموا الجائع والمعتر اس میں آپ کو نبی کا خطاب دیا گیا ہے پھر ایک اور الہام ہے انی مع الرسول اقوم اس الہام میں مسیح موعودؑ کو رسول کہا گیا ہے۔ اب بات بالکل صاف ہے۔ چونکہ آپ خلیفہ تھے اس لیئے آپ کا منکر فاسق ہے اور چونکہ آپ نبی اور رسول تھے اس لیئے آپ کا منکر کافر ہے۔ فتدبّروا

آٹھواں اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ واقعی ہر ایک ایسے شخص کو کافر سمجھتے تھے جس نے آپ کو قبول نہیں کیا تو پھر آپنے یہ کیوں لکھا کہ اگر میرے مخالف ان مولویوں کو کافر کہدیں جنہوں نے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے تو مَیں انکو مسلمان سمجھ لونگا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف مسیح موعودؑ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا بلکہ ایک ایسی صورت بھی نکل سکتی ہے جس میں انسان مسیح موعودؑ کو قبول بھی نہ کرے اور پھر حقیقی مسلمان بھی رہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال قلتِ تدبّر کا نتیجہ ہے ورنہ بات بالکل صاف ہے۔ اور وہ یہ کہ اصل عقیدہ حضرت مسیح موعودؑ کا وہی ہے جو آپنے اپنے الہام کی بنا پر عبدالحکیم خان کو لکھا اور باقی جو کچھ ہے وہ اس الہام کے ثبوت میں ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے خلاف بات کہنی شروع کر دیں اس لیئے ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کی تمام عبارتوں کو آپکے الہام کی تشریح قرار دیں کیونکہ الہام ایک محکم آیت کی صورت میں ہے پس مَیں تو یہی کہوں گا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے مختلف طریقوں میں اپنے الہام کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور دلائل کے طور پر کئی باتوں کو پیش کیا ہے مثلاً یہ کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ حقیقت میں مجھ کو کافر قرار دیتا ہے اس لیئے خود کافر بنتا ہے یا یہ کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ حقیقت میں

خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا جنہوں نے میرے آنے کی پیشگوئی کی اسی طرح وہ عبارت بھی جسپر معترض کو دھوکا لگا ہے درحقیقت اسی مطلب کے لیئے ہے چنانچہ اصل عبارت کو دیکھنے سے سب معاملہ صاف ہو جائیگا۔ حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں ہیں تو انکو چاہیئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کردیں کہ یہ سب کافر ہیں کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا تب میں انکو مسلمان سمجھ لونگا۔ بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ نہ پایا جاوے اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں" (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵)

یہ ہیں حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ جو ہمارے سامنے بار بار پیش کیئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اس تحریر میں آپنے اس بات کی امکان ضرور رکھی ہے کہ ایک شخص آپکا انکار کرکے بھی مسلمان رہ سکتا ہے۔ مگر معترض نے غور نہیں کیا کہ یہ بات تعلیق بالمحال کے طور پر ہے جس طرح قرآن میں بھی آتا ہے قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین یعنی کہو کہ اگر کوئی رحمٰن کا بیٹا ہے تو میں اس کا سب سے پہلا عبادت کرنیوالا ہوں کیا اس تحریر کو پیش کرکے ہم سے کوئی یہ کہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امکان تو اسبات کا ضرور رکھا ہے کہ رحمٰن کا لڑکا ہو سکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں کیونکہ یہاں تو یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ نہ خدا کا بیٹا ثابت ہو سکیگا اور نہ میں اسکی عبادت کرونگا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے تعلیق بالمحال کے طور پر اس بات کو پیش کیا ہے کہ اگر کوئی شخص غیر احمدیوں میں سے ہمارے مکفر مولویوں کے نام لیکر اشتہار کے ذریعہ ان کے کافر ہونیکا اعلان کرے اور مسیح موعودؑ کو سچا مسلمان جانے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کو بھی سچا جانتا ہو جو اس نے مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر ظاہر کیئے ہیں اور یہ سب کچھ نفاق سے نہ ہو تب ہم ایسے شخص کو مومن مان لیں گے۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ جو شخص حضرت مسیح موعودؑ کو واقعی سچا مسلمان جانتا ہے اور آپکے مکذبین کو کافر سمجھتا ہے اور آپ کے الہامات اور نشانات کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مانتا ہے اور پھر آپ کی بیعت نہیں

کرتا ایسا شخص یقیناً منافق ہے اور صرف زبانی دعویٰ کرتا ہے ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت صاحب تو یہ کہیں کہ میری بیعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک شخص پر ضروری ہے اور وہ باوجود آپ کو راستباز جاننے اور آپ کے نشانات اور الہامات پر ایمان لانے کے آپ کی بیعت میں داخل نہ ہو۔ اسلئے اگر کوئی شخص ایسا اشتہار دے بھی دے جس میں حضرت صاحب کے مکفرین کو کافر لکھا گیا ہو اور یہ بھی اعلان کرے کہ میں حضرت مرزا صاحب کو راستباز مسلمان سمجھتا ہوں اور آپکے نشانات پر ایمان لاتا ہوں لیکن بیعت نہ کرے تو تب بھی ہم اسکو مسلمان نہیں کہیں گے کیونکہ وہ منافق ہے اور صرف زبان سے دعویٰ کرتا ہے۔ پس حضرت صاحب نے تو ایک محال بات پیش کر کے مخالفین پر حجت قایم کی ہے نہ کہ انکے لیئے راستہ کھولا ہے۔ میں حضرت مسیح موعودؑ کی مقرر کردہ شرائط کو پڑھکر اندر ہی اندر بہت لطف اٹھاتا ہوں کہ آپنے ایسی شرائط رکھدی ہیں جن کا لازمی نتیجہ بیعت کرنا ہے۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ مکفرین کو کافر کہکر غیروں سے قطع تعلق کرے اور حضرت مسیح موعودؑ کو سچا مسلمان سمجھ کر آپسے ایک گونہ تعلق پیدا کرے یہ پہلا زینہ ہے جو غیر احمدیت سے احمدیت کی طرف انسان کو لیجاتا ہے دوسری شرط حضرت صاحب نے یہ رکھی ہے کہ خدا کے ان کھلے کھلے نشانات پر ایمان لائے جو اس نے آپ کو عطا کئے ہیں۔ یہ دوسرا زینہ ہے جو مخالف کو غیروں سے قطعی طور پر الگ کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے پاس لاکھڑا کرتا ہے۔ تیسری شرط حضرت صاحب نے یہ رکھی ہے کہ ان تمام باتوں میں نفاق ہرگز نہ ہو بلکہ یہ سب کچھ دل کے ایمان سے کرے اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص باوجود اس دعویٰ کے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے نشانات پر ایمان لاتا ہے آپ کی بیعت میں داخل نہیں ہوتا وہ منافق ہے صرف زبانی دعویٰ کرتا ہے پس اب یہ تیسرا زینہ ہوگا جو انسان کو مجبور کریگا کہ آگے بڑھکر مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدے اور آپ کی جماعت میں داخل ہو۔ کاش اس نکتہ کو ہمارے مخالف بھائی سمجھتے اور ٹھوکر کھانے سے بچتے۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ جب ابھی تک ایسا شخص کوئی پیدا ہی نہیں ہوا جس نے حضرت مسیح موعودؑ کی مقرر کردہ شرائط کے ماتحت کوئی اشتہار نکالا ہو تو اس معاملہ پر بحث کرنا ہی فضول ہے اور اگر کوئی ایسا شخص ہے تو اسے پیش کیا جاوے ہم انشاء اللہ ضرور حضرت مسیح موعودؑ

کے ارشاد کے ماتحت اسے مسلمان سمجھ لیں گے بشرطیکہ اس میں کوئی نفاق کا شبہ نہ پایا جائے مگر حق یہی ہے کہ اس حوالے کی وہی تاویل ہے جو اوپر لکھی گئی۔ حضرت صاحب نے درحقیقت اس تحریر میں تمام ان دلائل کو جمع کیا ہے جو آپ وقتاً فوقتاً غیر احمدیوں کے کفر کے متعلق بیان فرماتے رہے۔ پہلی دلیل آپ یہ دیا کرتے تھے کہ مخالف مجھ پر کفر کا فتویٰ لگا کر بموجب حدیث صحیح خود کافر

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۶۰

ایک شہادت

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی زندگی میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ و السلام ایک دن حسب معمول نماز کے لئے مسجد مبارک میں تشریف لائے اور فرمایا کہ آج میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ قرآن شریف کی وحی اور اس سے پہلی وحی پر ایمان لانیکا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے۔ ہماری وحی پر ایمان لانیکا ذکر کیوں نہیں۔ اسی امر پر توجہ کر رہا تھا کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بطور القاء کے یکایک میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آیۂ کریمہ والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ میں تینوں وحیوں کا ذکر ہے۔ ما انزل الیك سے قرآن شریف کی وحی اور ما انزل من قبلك سے انبیاء سابقین کی وحی اور آخرۃ سے مراد مسیح موعودؑ کی وحی ہے۔ آخرۃ کے معنے ہیں پیچھے آنیوالی۔ وہ پیچھے آنیوالی چیز کیا ہے سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں پیچھے آنیوالی چیز سے مراد وہ وحی ہے جو قرآن کریم کے بعد نازل ہوگی۔ کیونکہ اس سے پہلی وحیوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ دوسری وہ جو آنحضرت صلعم سے قبل نازل ہوئی اور تیسری وہ جو آپ کے بعد آنیوالی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بہت دیر تک اسی مضمون پر بڑی زور سے گفتگو فرمائی اور بڑے وثوق یقین کے ساتھ یہ ظاہر فرمایا کہ بالاخرۃ ھم یوقنون میں ہماری ہی وحی کا ذکر ہے۔ میں نے اسکے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو بھی اپنے درس میں یہی معنی بیان فرماتے ہوئے سنا ہے اور جب مولوی محمد علی صاحب نے اپنے انگریزی ترجمہ کا پہلا پارہ مجھے دیکھنے کیلئے دیا تو اسوقت بھی میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے یہ معنے انکو سنائے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انکو بھی حضرت مسیح موعودؑ کے ان معنوں کا پورا علم ہے اسجگہ اس بات کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ و السلام کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی نیا انکشاف یا نئی دلیل یا نیا نشان ظاہر ہوتا تو مسجد میں تشریف لاتے ہی اسکے متعلق بڑے زور سے تقریر شروع کر دیتے تھے۔ اس روز بھی اسی طرح ہوا۔ اور آپ نے اُس دن اس مضمون پر اسی طریق سے گفتگو فرمائی جیسا آپ کسی نئے انکشاف کے وقت تقریر فرمایا کرتے تھے جسکو وہ بہت ہی ضروری خیال فرما کر اپنے خدام کو سنایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؑ کی وہ تقریر اسوقت تک میرے دل میں میخ فولاد کی طرح گڑی ہوئی ہے الحمد للہ کبھی نہیں بھولتی۔

شیر علی ۱۰۔ اپریل ۱۹۱۵ء

بن گئے اس لیئے آپنے تحریر مندرجہ بالا میں سب سے پہلی یہ شرط لگائی کہ مخالف میرے مسلمان ہونے کا اعلان کرے۔ دوسری دلیل آپکی یہ ہوا کرتی تھی کہ چونکہ وہ لوگ جو مجھ کو کافر نہیں کہتے ان تمام لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں جنہوں نے مجھ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور اس طرح کافروں کو مومن سمجھنے سے خود کافر ہوجاتے ہیں اس لیئے دوسری شرط آپنے یہ لگائی کہ وہ میرے تمام مکفرین کو کافر جانے اور اس بات کا بذریعہ اشتہار اعلان کرے۔ تیسری دلیل حضرت مسیح موعودؑ یہ دیا کرتے تھے کہ چونکہ ہر ایک وہ شخص جو مجھ کو قبول نہیں کرتا مجھے مفتری علی اللہ قرار دیتا ہے اور مفتری علی اللہ نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوتا ہے اس لیئے وہ میری تکفیر کر کے خود کافر ہوجاتا ہے علاوہ اس کے چونکہ میرا مخالف آیات اللہ کی تکذیب کرتا اور آیات کی تکذیب کرنے والا بموجب آیت ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذبا او کذب بایٰتہ نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہے اس لیئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس دلیل کے مقابل اس شرط کو رکھا کہ ایسا اشتہار دینے والا ان کھلے کھلے نشانوں کو بھی سچا جانے جو اللہ تعالیٰ نے آپکے ہاتھ پر ظاہر کیئے۔ چوتھی دلیل حضرت مسیح موعودؑ یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ چونکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرسل ہوں اس لیئے ہر ایک جسکو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھ کو نہیں مانا وہ مسلمان نہیں ہاں "جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے تو گو شریعت نے (جسکی بنا ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اسکو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلف اللّٰہ نفسًا الا وسعھا قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔" (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۰) اس دلیل کے مقابل حضرت صاحب نے یہ شرط رکھی کہ اشتہار دینے والا منافق نہ ہو جس سے مراد یہ ہے کہ وہ ظاہر طور پر بیعت[۵۱] بھی کرے جیسا کہ میں اوپر بتا آیا ہوں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑے احسن طریقہ پر اپنے مخالفین پر حجت قائم کی ہے اور انکو ایک ایسی بات پر آمادہ کرنا چاہا ہے جو درجہ بدرجہ انکو احمدیت کے اندر کھینچ لائیگی فتدبر وا۔

نواں اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کا نبوت کا بھی دعویٰ تھا تو کیوں آپنے صاف طور پر اس بات کو نہیں لکھا کہ میرے نہ ماننے سے چونکہ خدا کے رسولوں میں تفریق ہوتی ہے اس لیئے میرا

[۵۱] نشانات کو ماننے کا دعویٰ کر کے بیعت نہ کرنیوالے کا نام ہمنے منافق اسوجہ سے رکھا ہے کہ نشانات کو اللہ تعالیٰ نے حضرت

منکر کا ذکر ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ امر متنازعہ فیہ مسئلہ کفر و اسلام ہے سو اسکی متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے بڑے واضح الفاظ میں لکھدیا ہے کہ جس نے مجھ کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں باقی یہ ضروری نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ ان تمام دلیلوں کو جمع کرتے جن سے غیر احمدیوں کے کفر کا پتہ لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا کہ تیرا منکر اسلام سے خارج ہے (دیکھو خط بطرف عبد الحکیم خاں) اور چونکہ یہ ایک دعویٰ تھا جسکی دلیل ہونی چاہیئے اسلیئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے ثبوت میں دلیلیں دیں اور بہت دیں۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ تمام دلائل کو جمع کر دیتے۔ ہم نبی کریمؐ کے سچا ہونے کی بیشمار ایسی دلیلیں دیتے ہیں جو نبی کریمؐ نے نہیں دیں بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے نبی کریم کی صداقت ثابت کرنیکے لیئے کئی ایسی دلیلوں کو پیش کیا ہے جن کو نبی کریمؐ نے اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش نہیں کیا تو کیا اس بات سے مسیح موعودؑ کے وہ سب دلائل نعوذ باللہ باطل ہو جائینگے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ مدعی اپنے دعویٰ کی صداقت میں دنیا کے سارے دلائل جمع کر دے بلکہ اسکے لیئے صرف اتنا ضروری ہے کہ اپنا دعویٰ لوگوں کی نظروں میں سچا کر دکھائے۔ اگر کوئی دوسرا شخص اُسی بات کے ثبوت میں کوئی ایسی دلیل پیش کرتا ہے جو مدعی نے پیش نہیں کی تو اس سے اس دلیل کی کمزوری ثابت نہیں ہوتی بلکہ کسی دلیل کی صداقت کا معیار عقل ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کو کم و بیش دے رکھی ہے۔ پس اب یہ کہنا کہ چونکہ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حقًا والی دلیل حضرت مسیح موعودؑ نے پیش نہیں کی اس لیئے ہم اسکو نہیں مانتے سخت درجہ کا ظلم ہے۔ کیا ہم وفات مسیحؑ کا مسئلہ ثابت کرنے کے لیئے کوئی ایسی دلیل نہیں دیتے جو حضرت مسیح موعودؑ نے نہ لکھی ہو۔ کیا ہم مسیح موعودؑ کے دعویٰ مسیحیت کی صداقت میں کسی ایسی دلیل کو پیش نہیں کرتے جسکو خود مسیح موعودؑ نے بیان نہ کیا ہو؟ پس جب ان عظیم الشان امور میں ہم قابل اعتراض نہیں ٹھہرتے تو کیا وجہ کہ کفر و اسلام کے مسئلہ میں ہم کو اُسی بات کے لیئے اعتراض کا نشانہ بنایا جاوے۔

اب میں وہ بات بھی لکھدیتا ہوں جسکی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ نے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حقًا والی آیت کو پیش نہیں کیا۔ سو واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لوگ مامور ہو کر آتے ہیں انکا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعاوی کی صداقت ثابت کرنے کے لیئے ہمیشہ

اس پہلو کو اختیار کرتے ہیں جو مخالفین کے اپنے معتقدات پر مبنی ہو تاکہ جھگڑے کا جلد فیصلہ ہو جائے اور اس اصل کے ماتحت مسئلہ کفر و اسلام پر نظر ڈالنے سے سب معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ چونکہ غیر احمدیوں میں ایسے بہت سے لوگ تھے جو ظاہرا طور پر حضرت مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے تھے اور آپ کو مسلمان سمجھتے تھے اس لیئے آپنے ایسے لوگوں پر حجت پوری کرنے کے لیئے انکو کہا کہ چونکہ تم ان تمام لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہو جنہوں نے مجھ کو کافر قرار دیا ہے اس لیئے ثابت ہوا کہ تم بھی حقیقت میں مجھ کو کافر سمجھتے ہو ورنہ تمہاری نظروں میں وہ لوگ جو میری تکفیر کرکے کافر ہو گئے ہیں ہرگز مسلمان نہ ہوتے پس میرے مکفرین کو مسلمان سمجھنے سے تم خود کافر ہو گئے۔ یا حضرت صاحب نے یہ پیش کیا کہ چونکہ جو لوگ مجھ کو نہیں مانتے وہ مجھ کو حسب آیت ومن اظلم ممن افتریٰ علے اللہ کذبًا کافر قرار دیتے ہیں اس لیئے وہ بموجب حدیث صحیح خود کافر ہو جاتے ہیں۔ یہ دلائل چونکہ ایسے تھے کہ مخالفین کے اپنے معتقدات پر مبنی تھے اس لیئے وہ ان کے مقابل پر بالکل بے دست وپا ہو گئے۔ اور انکا سارا نفاق باہر آگیا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ان دلائل کو اختیار کیا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اولٰئک ھم الکافرون حقًا والی آیت مسیح موعودؑ کے منکروں پر چسپاں نہیں ہوتی۔ ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے مگر حضرت صاحب نے اسکو اختیار نہیں کیا کیونکہ اس سے مخالفین پر کوئی زد نہ پڑتی تھی اور انکا نفاق چھپا رہتا تھا دوسرے اس لیئے بھی اس کو نظر انداز کیا گیا کہ اس سے نبوت مسیح موعودؑ کی بحث چھڑ جاتی اور اصل مطلب ضائع ہو جاتا۔ فتدبروا

ہاں اگر اس بات کا ثبوت چاہو کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مخالفین کو اس آیت کے ماتحت سمجھتے تھے یا نہیں تو الحکم نمبر ۳۰ جلد ۴ سنہ ۱۹۰۰ء پڑھ لو ساری حقیقت کھل جائیگی۔ وہاں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا ایک خطبہ درج ہے جو مولوی صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے پڑھا۔ مولوی صاحب موصوف نے اس خطبہ کو اولٰئک ھم الکافرون حقا والی آیت سے ہی شروع کیا اور احمدیوں کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر تم مسیح موعودؑ کو ہر ایک امر میں حکم نہیں ٹھہراؤ گے اور اس پر ایسا ایمان نہیں لاؤ گے جیسا صحابہؓ نبی کریمؐ پر لائے تو تم بھی ایک گونہ غیر احمدیوں کی طرح اللہ کے رسولوں میں تفریق کرنے والے ہو گے۔ حضرت مولوی صاحب مرحوم

نے اس خطبہ میں یہ بھی کہا کہ اگر میں اس خیال میں غلطی پر ہوں تو میں التجا کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود مجھے میری غلطی سے مطلع فرماویں مگر حضرت صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب مولوی صاحب آپ کو جمعہ کی نماز کے بعد ملنے کے لیئے تشریف لے گئے تو آپنے فرمایا کہ "یہ بالکل میرا مذہب ہے جو آپنے بیان کیا" اور فرمایا کہ "یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ معارف الٰہیہ کے بیان میں بلند چٹان پر قایم ہو گئے ہیں" (دیکھو الحکم نمبر ۳۰ جلد ۴ سنہ ۱۹۰۰ء)

دسواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ؐ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ مکہ و مدینہ ہمیشہ مسلمانوں کے قبضے میں رہیں گے۔ اس سے پتہ لگا کہ اب بھی مکے کے قابض مسلمان ہی ہیں۔

جواباً عرض ہے کہ اول تو اس پیشگوئی کے الفاظ دکھاؤ جس سے یہ مطلب نکلتا ہے اگر کوئی ایسی پیشگوئی ہی نہیں تو اعتراض کیسا پھر اگر کوئی ایسی پیشگوئی بفرض محال نکل بھی آئے تو بھی ہم پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ مکہ معظمہ کی تولی ایک نعمت الٰہی ہے اور ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ جب کفار سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں وہ تولی حاصل ہوئی۔ اور قرآن مجید میں ہے ذٰلك بان الله لم يك مغيراً نعمةً انعمها علىٰ قوم حتّٰى يغيروا ما بانفسهم (اللہ تعالیٰ اس نعمت کو جو اس نے کسی قوم پر انعام فرمائی نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی اندرونی حالتوں کو تبدیل نہ کریں) پس جب مسلمانوں نے مسیح کا انکار کر کے اپنی حالت کو بدلنا شروع کیا تو خدا بھی ان سے ملک پر ملک چھینتا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت مہلت دیتا ہے تاکہ لوگ اصلاح کر سکیں۔ اور وہ جو سعید روحیں ہیں وہ دین الحق میں داخل ہو لیں چنانچہ فرماتا ہے لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم عذابا اليما (سورۃ فتح) پس جب خدا کو ناراض کرنے والی قوم کا پیمانہ لبریز ہو جائیگا تو اللہ تعالیٰ جس قوم کو ان کا وارث قرار دیگا وہ سچے مسلمان ہونگے۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے اور بیت المقدس کی چابیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے مقدر تھیں مگر حضرت عمرؓ کے زمانے میں جا کر یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ علاوہ اس کے یہ بھی تو غور کرنا چاہیئے کہ ایسی پیشگوئی جو کسی قوم کے حق میں ہو اسکا تعلق صرف اس قوم کی ذات یعنی اسم کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے يا عيسىٰ انى متوفيك ورافعك الىّ ومطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الىٰ يوم القيٰمة

جس سے ظاہر ہے کہ مسیح کے ماننے والوں (خواہ حقیقی طور پر پیرو ہوں یا برائے نام) کا جب کبھی منکران مسیح سے مقابلہ ہوا - تو متبعان مسیح ان منکران مسیح پر غالب رہے۔ حالانکہ درحقیقت عیسائی مسیح کے پیرو نہیں بلکہ صرف اسمی طور پر اسکی طرف منسوب ہیں اگر پیشگوئی کا تعلق صرف حقیقی متبعین سے ہوتا تو عیسائیوں کا غلبہ ہرگز نہ ہوتا۔ پس برائے نام پیرووں کا غلبہ ثبوت ہے اس بات کا کہ پیشگوئی کا تعلق اسم سے ہوتا ہے اسلئے جب تک موجودہ مدعیان اسلام قومی طور سے مسلمان کہلاتے ہیں اور عیسائیوں اور یہودیوں میں شامل نہیں جاتے اسوقت تک اگر وہ مکہ مدینہ پر قابض رہیں تو پیشگوئی کے صدق پر کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتراض تو غیر احمدیوں کی طرف سے ہو سکتا ہے خلافت کے منکرین کی طرف سے نہیں ہو سکتا کیونکہ خلافت کے منکرین کے لیئے تو اتنا سوچنا ہی کافی ہے کہ مکہ مدینہ کے علماء کی طرف سے بھی مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگ چکا ہے پس وہ تو تکفیر کی وجہ سے کافر بن چکے ہیں اور تکفیر کا مسئلہ منکرین خلافت کے نزدیک بھی مسلّم ہے۔ فتدبّروا

گیارھواں اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اچھا اگر حضرت مسیح موعود واقعی اپنے منکروں کو کافر سمجھتے تھے تو کیوں آپ نے ان سے وہ سلوک روا رکھا جو کافروں سے جائز نہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا اعتراض کرنا معترض کی ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریمؐ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔

غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا انکے جنازے پڑھنے سے روکا گیا اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم انکے ساتھ ملکر کرسکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں ایک دینی دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے سو یہ دونوں ہمارے لیئے حرام قرار دے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام

کیوں کہا جاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریمؐ نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے ہاں اشد مخالفین کو حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی سلام نہیں کہا اور نہ انکو سلام کہنا جائز ہے غرض ہر ایک طریقہ سے ہم کو حضرت مسیح موعودؑ نے غیروں سے الگ کیا ہے اور ایک کوئی تعلق نہیں جو اسلام نے مسلمانوں کے ساتھ خاص کیا ہو اور پھر ہم کو اس سے نہ روکا گیا ہو۔ اسجگہ یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ بات ہے تو کیوں ایسی احمدی عورت کا نکاح فسخ نہیں قرار دیا جاتا جس کا خاوند غیر احمدی ہے یا کیوں ایک احمدی باپ کا ورثہ غیر احمدی بیٹے کو جاتا ہے حالانکہ مسلمان کا کافر وارث نہیں ہو سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت کے احکام دو قسم کے ہیں ایک وہ جو ہر ایک انسان کے لیئے ہیں اور ایک وہ جو صرف حکومت کے لیئے ہیں مثلاً نماز پڑھنا ہر ایک کا فرض ہے لیکن چور کے ہاتھ کاٹنا ہر ایک کا فرض نہیں بلکہ حکومت کا فرض ہے اسی طرح روزہ رکھنا ہر ایک مسلمان کے لیئے فرض ہے مگر زانی کو سنگسار کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض نہیں بلکہ صرف اسلامی حکومت کا فرض ہے اب اگر اس اصل کے ماتحت غیر احمدیوں اور احمدیوں کے تعلقات پر نظر ڈالی جاوے تو سارے جھگڑے کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ چونکہ نماز الگ کرنے کا مسئلہ حکومت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اس لیئے اسپر عملدرآمد کا حکم دیا گیا یہی حال جنازوں اور رشتے اور ناطوں کا ہے لیکن وراثت اور نکاح فسخ ہو جانے کا مسئلہ حکومت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لیئے حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا اگر آپ کو حکومت دی جاتی تو آپ انکے متعلق بھی حکم جاری فرماتے پس مسئلہ وراثت کے متعلق ہم پر کوئی اعتراض نہیں ہاں اگر کوئی ایسا مسئلہ ہے جو حکومت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اور پھر حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے متعلق فیصلہ نہیں فرمایا تو اسکو پیش کیا جاوے ورنہ یہ کہنا کہ غیر احمدیوں کے ساتھ بعض اسلامی سلوک جائز رکھے گئے ہیں ایک دعویٰ ہے جسکی کوئی بھی دلیل نہیں۔ فتدبروا

بارھواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو عبدالحکیم کو خط لکھا ہے اس میں آپنے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ جسکو تیری دعوت پہنچی ہے اور اس نے تجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اس سے پتہ لگتا ہے کہ کم از کم وہ لوگ کافر

نہیں ہیں جن کو مسیح موعودؑ کی دعوت نہیں پہنچی۔

سو اسکے جواب میں گذارش ہے کہ اوّل تو معترض نے دعوت پہنچنے کا مطلب ہی نہیں سمجھا دعوت کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ فرداً فرداً لوگوں کو علم دیا جاوے بلکہ جب عام تبلیغ ہو جائے اور ملک میں ایک بات کی شہرت ہو جاوے تو کہ سکتے ہیں کہ سارے ملک کو دعوت پہنچ گئی حضرت مسیح موعودؑ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ "امریکہ اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک ہماری دعوت پہنچ گئی ہے" (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۷) علاوہ اسکے معترض نے دو مختلف باتوں کو ایک سمجھ لیا ہے۔ قابل مواخذہ ہونا اور بات ہے اور کافر ہونا اور بات۔ ممکن ہے کہ ایک شخص کافر ہو لیکن قابل مواخذہ نہ ہو۔ اور وہ اس طرح کہ چونکہ شریعت کا فتویٰ ظاہر پر ہے اس لیئے ہر ایک وہ شخص جو کسی نبی کی جماعت میں داخل نہیں ہوا کافر ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک ایسا شخص قابل مواخذہ بھی ہو کیونکہ قابل مواخذہ ہونے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہو پس ہم کسی شخص کی نسبت قابل مواخذہ ہونے کا فتویٰ نہیں لگا سکتے کیونکہ ہم لوگوں کے دلوں سے واقف نہیں ہاں چونکہ کفر اور ایمان ظاہر کی حالت کے متعلق ہے اسلیئے اسکے متعلق ہم کو علم ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھو دنیا میں لاکھوں ایسے آدمی ہونگے جنہوں نے عمر بھر نبی کریمؐ کا نام نہ سنا ہو گا تو کیا ہم ایسے لوگوں کو مسلمان جانیں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ کفار کے زمرہ میں ہی شمار ہونگے لیکن ہاں وہ قابل مواخذہ نہیں ہو سکتے کیونکہ ان تک ابھی نبی کریمؐ کی دعوت نہیں پہنچی۔ اسی طرح بیشک دنیا میں بلکہ خود ہندوستان میں ہزاروں ایسے لوگ ہوں گے جن تک مسیح موعودؑ کا نام نہیں پہنچا لیکن جب تک وہ مسیح موعودؑ کی جماعت میں داخل ہو جائیں منکرین کے گروہ میں ہی شامل سمجھے جائیں گے کیونکہ حسب تعلیم قرآن مسلمان کے لیئے یہ ضروری ہے کہ وہ خدا کے سارے رسولوں پر ایمان لاوے پس وہ جو ابھی تک خدا کے مرسل پر ایمان نہیں لایا خواہ عدم علم کی وجہ سے ہی ہو کس طرح مومن اور مسلمان کہلا سکتا ہے؟ اس حقیقت کو خود حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۰ پر اپنے کافروں اور نبی کریمؐ کے کافروں کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت

ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے تو گو شریعت نے (جس کی بنا ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اسکو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا قابل مواخذہ نہیں ہوگا"

حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تحریر تمام جھگڑے کا فیصلہ کر دیتی ہے کسی مزید تفصیل کی ضرورت نہیں۔

تیرھواں اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ جب تمام شریعت نبی کریم پر ختم ہو چکی ہے اور آپکے بعد کوئی ایسا شخص نہیں آسکتا جو قرآن میں کمی یا زیادتی کر سکے تو پھر نبی کریمؐ کے بعد کسی اور شخص کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔

سو اسکا **جواب** یہ ہے کہ معترض نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ صرف ان نبیوں کا انکار کفر ہے جن کو احکام شرعی عطا ہوتے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے قرآن شریف میں جس جگہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسولوں پر ایمان لاؤ وہاں رسولوں کی تخصیص نہیں کی گئی کہ فلاں قسم کے رسولوں کو مانا کرو اور باقیوں کے ماننے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے رسل کا لفظ رکھا ہے جو بوجہ نکرہ ہونے کے عمومیت چاہتا ہے۔ اصل میں یہ سارا دھوکا اس لئے لگا ہے کہ ماموریں کی بعثت کی غرض کو نہیں سمجھا گیا۔ مامور اس لیئے نہیں بھیجے جاتے کہ وہ ضرور کوئی نیا حکم جا کر سنائیں بلکہ انکے مبعوث کرنے سے صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے ایمانوں کو تازہ کریں اور نشانات دکھا کر انکے دلوں کو زندگی بخشیں اور کامل توحید کو دنیا میں قائم کریں اور گذشتہ ماموریں کی تعلیم کو ان تمام باتوں سے پاک کر کے جو لوگوں نے بعد میں اسکے ساتھ ملا دی ہوں اصل شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ بنی اسرائیل میں بیسیوں ایسے نبی ہوئے جن کو کوئی کتاب نہیں دی گئی بلکہ وہ توریت پر ہی لوگوں کو قائم کرتے تھے جیسا کہ یحکم بھا النبیون سے ظاہر ہے تو کیا انپر ایمان لانے کو بھی غیر ضروری قرار دو گے؟ انسان جب ایک سچائی کو چھوڑتا ہے تو اسکو بہت سی اور سچائیوں کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ معترض نے اس بات کی خواہش میں کہ کہیں مرزا صاحب کا ماننا ضروری نہ ہو جاوے اللہ تعالیٰ کے بہت سے رسولوں پر ایمان لانیکو غیر ضروری

قرار دیدیا۔ صاحبِ شریعت نبی جن کا قرآن میں ذکر ہے وہ دو ہی ہیں حضرت موسیٰؑ اور نبی کریمؐ[۵۱] انکے سوا جتنے نبی ہیں وہ سب غیر شرعی ہیں۔ تو گویا کہ معترض کے اصل کو لیکر سوائے دو نبیوں کے اللہ تعالیٰ کے باقی تمام نبیوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ خدا تو کہتا ہے کہ مومن کا یہ قول ہونا چاہیئے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ لیکن ہم کو یہ سنایا جاتا ہے کہ نہیں صرف دو نبیوں کو ماننا ضروری ہے باقیوں کو نہ ماننے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ اے کاش ہمارے مخالف اعتراض کرنے سے پہلے قرآن شریف پر تو غور کر لیتے۔ قرآن کھلے اور غیر تاویل طلب الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین یعنی مرسلین کے بھیجنے سے ہمارا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ ماننے والوں کو بشارتیں دیں اور نہ ماننے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں پس جب ماموریں کے مبعوث کرنے کی بڑی غرض ہی انذار و تبشیر ہوتی ہے تو شرعی اور غیر شرعی کا سوال ہی بیجا ہے۔ اور پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر نبی کریمؐ کے بعد کسی اور کے ماننے کی ضرورت نہیں تو کیوں خود نبی کریمؐ نے مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا اور اس کا انکار کرنے والوں کو یہودی اور ناری ٹھہرایا۔ اگر مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کو ضروری قرار دینا غلطی ہے تو یہ غلطی سب سے پہلے خود نبی کریمؐ سے سرزد ہوئی نعوذ باللہ من ذلک۔ اور پھر یہ غلطی اللہ تعالیٰ سے سرزد ہوئی جس نے ایک ایسے شخص کی خاطر جس پر ایمان لانا ضروری نہیں دنیا کو عذابوں سے بھر دیا۔ مجھے تعجب پر تعجب آتا ہے کہ نبی کریمؐ تو یہ فرماویں کہ ایک وقت میری اُمّت پر ایسا آئیگا کہ ان کے درمیان سے قرآن اُٹھ جائیگا اور لوگ قرآن کو پڑھیں گے مگر وہ انکے حلق سے نیچے نہیں اُتریگا لیکن ہم کو یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن کے ہوتے ہوئے کسی شخص کو ماننا ضروری کیسے ہو گیا۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ اسی لیئے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہؐ کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر قرآن شریف اُتارا جاوے۔ معترض کو چاہیئے کہ بعثت ماموریں کی اصل غرض پر غور کرے کیونکہ یہ دعوکا قلت تدبر کی وجہ سے ہی پیدا ہوا ہے ہندوستان میں چونکہ اکثر لوگ لامذہب ہیں اسلیئے

---

[۵۱] حاشیہ اسجگہ موسیٰ اور انکے بعد کے انبیاءؑ کا ذکر ہے۔ منہ

یہاں کے مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہوگیا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو بڑا بزرگ مانتے ہیں اور کہ مرزا صاحب نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے بلکہ بعض تو یہاں تک کہنے لگ گئے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو اس صدی کا مجدد ماننے کے لئے تیار ہیں مگر مسیح موعودؑ کا دعویٰ نہیں مانتے ایسے لوگ یا تو لامذہب ہیں اور یا منافق۔ کیونکہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب کو ایک طرف تو مجدد مان لیا جاوے اور دوسری طرف انکو مسیح موعودؑ کے دعویٰ میں مفتری علی اللہ سمجھا جاوے۔ ظلمت اور نور جمع نہیں ہو سکتے اگر مرزا سچا ہے اور مسلمان ہے تو وہ اپنے تمام دعاوی میں صادق ہے ورنہ وہ نعوذ باللہ مفتری علی اللہ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ دو ہی راہیں ہیں۔ یا تو مرزا صاحب کو مسیح موعودؑ مان کر انکی بیعت میں داخل ہونا چاہیئے اور یا پھر ان کو مفتری علی اللہ قرار دیکر کافر سمجھا جاوے۔ تیسری راہ تو کوئی ہے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری علی اللہ قرار دیکر کافر ٹھہراتا ہے۔ فتدبروا

پس اب ہم کس طرح مان لیں کہ ایک ملہم ربانی کو مفتری علی اللہ قرار دینے والا مسلمان رہ سکتا ہے جبکہ ہم قرآن میں پڑھتے ہیں کہ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او کذب بآیٰتہ۔ ہم کس طرح مان لیں کہ ایک معمولی مومن کے ایمان کا انکار کرنے والا تو کافر ہے لیکن ایک نبی کی نبوت اور ایک مامور کی ماموریت کا منکر مسلمان کا مسلمان۔ تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ۔

پھر ہم کس طرح مان لیں کہ اس شخص کا ماننا غیر ضروری ہے جسکے متعلق تمام نبی خبریں دیتے آئے ہیں کہ اسکے زمانہ میں شیطان اور رحمان کی آخری جنگ ہوگی۔ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ اس شخص کے انکار سے بھی آدمی مسلمان ہی رہتا ہے جسکی آمد کو خداوند کریم نے خود نبی کریمؐ کی آمد قرار دیا ہے جیسا کہ آیت و اٰخرین منھم سے ظاہر ہے۔ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک شخص کے ماننے کے بغیر نجات نہ ہو مگر تاہم اس کا ماننا جزو ایمان نہ ہو۔ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک شخص کے انکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دنیا پر عذاب پر عذاب نازل کرے لیکن اس شخص کا ماننا غیر ضروری ہو۔ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ خدا تو ایک شخص کو کہے کہ انت منی بمنزلۃ ولدی۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی لیکن وہ شخص ایسا معمولی ہو کہ اس کا ماننا اور نہ ماننا قریباً قریباً برابر ہو۔ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک شخص کے انکار سے انسان یہودی بنکر

مغضوب علیہم بنجاوے لیکن اسکو ماننا ایمانیات میں سے نہ ہو۔ پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک شخص پکار پکار کر کہے سے ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو اس سے بہتر غلام احمدؐ ہے۔ لیکن ابن مریم کا منکر تو کافر ہو اور غلام احمدؐ کا منکر کافر نہ ہو۔ اور پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ بار بار اپنے الہام میں رسول اور نبی کہکر پکارے لیکن وہ لا نفرق بین احد من رسلہ کے لفظ رسل میں شامل نہ ہو۔ اور اسکا منکر اُولٰٓئِکَ ھم الکافرون حقاً سے باہر ہو۔

یہ تمام باتیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ ہم ضد کی وجہ سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ جو کچھ لکھا ہے اسکو درست اور صحیح سمجھ کر لکھا ہے۔ اگر کوئی صاحب ان خیالات کو قرآن شریف احادیث صحیحہ اور کتب حضرت مسیح موعودؑ سے غلط ثابت کر دیں تو ہم بفضلہ تعالیٰ رجوع کرنے کو ہر وقت حاضر ہیں کیونکہ ہمیں کوئی ضد نہیں۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

اصل مضمون اسی جگہ ختم ہوتا ہے لیکن مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ مضمون ختم کرنے سے پہلے جناب مولوی محمد علیصاحب ایم۔ اے کے رسالہ در بارہ مسئلہ کفر و اسلام پر الگ ریویو کیا جاوے تا شاید کسی سعید روح کے لیئے ہدایت کا موجب ہو۔ وما توفیقی الّا باللہ۔

جناب مولوی محمد علیصاحب کے رسالہ کفر و اسلام پر ایک سرسری نظر

جناب مولوی محمد علی صاحب اپنے رسالہ کے شروع میں لکھتے ہیں کہ مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق علم لوگوں کو اس لیئے دھوکا لگا ہے کہ کفر اور اسلام کے معنوں کو ایک تنگ دائرہ مین محدود کر دیا گیا ہے حالانکہ یہ الفاظ اپنے اندر وسعت رکھتے ہیں۔ اور اسکے آگے چلکر لکھتے ہیں کہ "اسلام مان لینے کا نام ہے اور کفر انکار کر دینے کا۔ اسلام کی بڑی اور آخری حد بندی توحید آلہی ہے پس جو شخص توحید آلہی کا قائل ہوتا ہے وہ اسلام میں آجاتا ہے۔" (دیکھو رسالہ صفحہ ۳)

سو اسکے جواب میں گذارش ہے کہ بیشک یہ درست ہے کہ کفر اور اسلام کے الفاظ کے معانی میں وسعت ہے مگر اس وسعت کی بھی آخر کوئی حد ہونی چاہیئے۔ مولوی صاحب سنئے

الفاظ دو قسم کے معنی اپنے اندر رکھتے ہیں ایک لغوی معنی اور ایک اصطلاحی۔ لغوی معنوں کا فیصلہ تو لغت کرتی ہے مگر اصطلاحی معنوں کے لیئے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ کس علم کی اصطلاح مقصود ہے اگر کسی لفظ کے معنی علم طبابت میں دیکھنے ہونگے تو کسی طبیب سے پوچھا جائیگا اگر قانون کی اصطلاح دریافت کرنی ہوگی تو فیصلہ کے لیئے کسی وکیل کو چنا جائیگا اور اگر علم ریاضی کی کوئی اصطلاح ہو تو اسکے معنی ریاضی دان سے دریافت کیئے جائیں گے۔ غرض کسی لفظ کے اصطلاحی معنی کرنیکا ہر ایک شخص مجاز نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو اس علم کا اُستاد ہے۔ اب اس بات کو سمجھ لینے کے بعد کفر کے لفظ کو لو۔ اس لفظ کے بھی دو ہی معنی ہونگے ایک لغوی معنی اور ایک اصطلاحی معنی۔ لغوی معنوں کا تو لغت فیصلہ کریگی لیکن اصطلاحی معنوں کے لیئے قرآن کریم اور حدیث کو دیکھنا ہوگا۔ اب جب ہم لغت کو دیکھتے ہیں تو کفر کے معنی صرف انکار کے ہیں اور مولوی صاحب موصوف نے بھی ان معنوں کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ "کفر انکار کا نام ہے"۔ پس لغوی معنوں کے لحاظ سے جائز ہوگا کہ ہر ایک انکار کو کفر کے نام سے پکاریں اور ہر ایک چیز کے منکر کو کافر کہیں۔ خدا کا منکر بھی کافر ہوگا اور شیطان کا منکر بھی کافر اور مولویصاحب کا منکر بھی لغت ان تینوں قسم کے کفروں میں کوئی تمیز نہیں کریگی کیونکہ لغت عرب میں کفر کے معنی صرف انکار کر دینے کے ہیں اور بس۔

لیکن اصطلاح اسلام میں کفر کے معنی اتنے وسیع نہیں رہتے بلکہ ایک دائرہ کے اندر محدود ہو جاتے ہیں جیسا کہ عام اصطلاحات کا قاعدہ ہے۔ لفظ کفر کے اصطلاحی معنی جو قرآن نے کیئے ہیں وہ یہ ہیں۔ چھٹے پارہ کے شروع میں آتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ و یقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولٰئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں یا چاہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں میں تفریق کریں یعنی اللہ کو مان لیں اور رسولوں کو نہ مانیں یا کہتے ہیں کہ ہم بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ کوئی بین بین کی راہ نکالیں وہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور اللہ نے کافروں کے لیئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے + اس ایت کریمہ میں اللہ جلشانہ نے کفر کے اصطلاحی

معنی بتلائے ہیں جیساکہ لفظ حقاً ظاہر کر رہا ہے۔ پس اب معاملہ بالکل صاف ہے شریعت اسلام میں کفر کے یہ معنی ہونے کہ یا اللہ کا انکار کیا جائے اور یا اللہ کے رسولوں کا اور یا اللہ کو مان لیا جائے اور رسولوں کو نہ مانا جاوے اور یا بعض رسولوں کو مانا جاوے اور بعض کا انکار کر دیا جاوے ہاں ایک سوال باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ یہ کس طرح پتہ لگے کہ کسی عبارت میں کفر لغوی معنوں میں آیا ہے یا اصطلاحی معنوں میں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لغت کی کتابوں میں جب کفر کا لفظ آئیگا تو اسکے لغوی معنی کیئے جائینگے لیکن جب خدا اور اسکے رسول کے کلام میں اس کا استعمال ہوگا تو اصطلاحی معنی کیئے جاویں گے۔ ہاں شریعت اسلام کی کتابیں چونکہ عربی میں ہیں اور کفر کا لفظ عربی زبان سے تعلق رکھتا ہے اس لیئے بعض اوقات ان میں بھی یہ لفظ لغوی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے مگر ایسی صورتوں میں اسکے ساتھ کسی واضح قرینہ کا ہونا ضروری ہے جیساکہ قرآن کریم میں آتا ہے من یکفر بالطاغوت اسجگہ کفر سے صرف لغوی کفر مراد ہے کیونکہ طاغوت کا لفظ ساتھ لگا ہوا ہے۔ پس اس اصل کے ماتحت کوئی دقت پیش نہیں آتی اور سارا جھگڑا طے ہو جاتا ہے۔ کفر کے مقابل پر جو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے معنی کیئے ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان لایا جاوے اسکے فرشتوں پر اسکے رسولوں پر اسکی کتابوں پر اور یوم آخر پر۔ اس تعریف سے بھی کفر کی تعریف کا پتہ لگ سکتا ہے کیونکہ کفر ایمان کے مقابل ہوتا ہے۔ ایمان کی پانچ شرائط میں سے اگر کوئی شخص کسی ایک کا منکر ہو جائے تو اس پر مومن کا لفظ نہیں بول سکتے کیونکہ ایمان کے لیئے یہ کافی نہیں کہ صرف ایک شرط کو مان لیا جاوے بلکہ سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔

پس اب یہ کیسی بیہودہ بات ہے کہ "جب ایک شخص اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لے آتا ہے تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے" (دیکھو رسالہ مذکور صفحہ ۴) گویا کہ مسلمان بننے کے لیئے نبی کریم کا ماننا بھی ضروری نہیں۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ شریعت اسلام کی اصطلاح میں وہ جو اللہ تعالیٰ کو مان لے مگر اس کے رسولوں کو نہ مانے وہ حقیقی کافر ہے مگر مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ مسلمان بننے کے لیئے کسی رسول کو ماننے کی ضرورت نہیں صرف توحید کا قائل ہو جانا کافی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے کفر کے صرف لغوی معنوں کو مدنظر رکھا ہے اور اصطلاحی معنوں پر غور نہیں کیا۔ تب ہی تو وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ "جو

لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر کے کسی اور حصہ کو چھوڑتا ہے وہ دائرہ کے اندر تو ہے مگر اس خاص حصہ کا کافر ہے" (دیکھو رسالہ صفحہ ۴) اگر لفظ کفر کے صرف لغوی معنوں کا خیال رکھا جائے تو مولوی صاحب کی یہ رائے بالکل صحیح اور درست ہے کیونکہ ایسی صورت میں واقعی جس حصہ کو انسان مانتا ہے اسکا مومن کہلائیگا اور جس کا انکار کرتا ہے اسکا کافر۔ مگر سوال تو اصطلاحی کفر اور اصطلاحی ایمان کا ہے نہ کہ لغوی کفر اور لغوی ایمان کا۔ جس پر اصطلاحی طور پر کفر کا لفظ عائد ہو وہ کسی صورت میں بھی اصطلاحی مومن نہیں ہو سکتا اسی طرح جس پر اصطلاحی معنوں میں مومن کا لفظ آئے وہ کسی صورت میں بھی اصطلاحی کافر نہیں کہلا سکتا پس جب اللہ تعالیٰ نے ہر ایک ایسے شخص کو جو خدا کو تو مانے مگر رسولوں کو نہ مانے یا بعض رسولوں کو مانے اور بعض کو نہ مانے کافر کے نام سے پکارا ہے تو یہ کیسا بے معنی فقرہ ہے کہ جو خدا کو مانکر کسی اور حصہ کو چھوڑتا ہے وہ مومن تو ہے مگر اس خاص حصہ کا کافر ہے۔ معلوم نہیں مولوی صاحب نے یہ کہاں سے اصول نکالا ہے کہ اسلام میں آنے کے لیے صرف توحید کا قائل ہونا کافی ہے شاید قل اللہ ثم ذرھم والی آیت نے اس مضمون پر کوئی خاص روشنی ڈالی ہو واللہ اعلم۔ اچھا مولوی صاحب آپ اس صحیح حدیث کے کیا معنے کرتے ہیں جو مشکوٰۃ کی کتاب الایمان میں مندرج ہے اور وہ یہ کہ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لا یری علیہ اثر السفر ولا یعرفہ منا احد حتی جلس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ ووضع کفیہ علی فخذیہ و قال یا محمد اخبرنی عن الاسلام قال الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتوتی الزکوٰۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا قال صدقت۔ اس حدیث میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ اسلام میں آنے کے لیے لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لانا کافی نہیں بلکہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور یہ صرف نبی کریم کا خیال ہی نہیں بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی مہر صداقت ہے کیونکہ سوال کرنیوالا جبریل تھا جسکو اللہ تعالیٰ نے آدمی کی شکل میں متمثل کر کے زمین پر بھیجا تھا

تا وہ ایک ذریعہ سے لوگوں کو اسلام کی تعریف سکھائے پس جب اس نے آنحضرتؐ کے قول پر صدقت کہا تو گویا خود ذات باری تعالیٰ نے صدقت کہا۔ اب اسکے بعد کوئی شخص مسلمان ہونیکی حالت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ دائرہ اسلام کے اندر آنے کیلئے صرف توحید کا اقرار کافی ہے۔ دیکھو قرآن کریم شہادت دے رہا ہے کہ ایمان کیلئے صرف لا الٰہ الّا اللہ کافی نہیں ہے بلکہ جو لوگ ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسل نہیں لاتے انکو اُولٰئِکَ ھُمُ الکافرون حقا کہتا ہے پھر نبی کریمؐ صاف الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ صرف توحید کے اقرار سے کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہو جاتا پھر جبریل نبی کریمؐ کے اس قول پر صدقت کہتا ہے اور پھر اس پر بس نہیں بلکہ عقل سلیم بھی یہی کہتی ہے کہ خشک توحید جسکے ساتھ رسالت کی شمع نہ ہو ایمان کے لیئے کافی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعودؑ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ وہ ایمان باللہ جسکے ساتھ ایمان بالرسل شامل نہیں ایک لعنتی ایمان ہے جو آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں۔ پس ہم اب اتنی شہادتوں کے بعد مولوی محمد علی صاحب کی کسی تحریک کو کیا کریں۔ مولویصاحب موصوف نے اپنے قول کے ثبوت میں یہ حدیث بھی لکھی ہے من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنة۔ سو اسکے متعلق میں پہلے ہی لکھ آیا ہوں کہ اسکے یہ معنی ہرگز نہیں کہ توحید کا قائل ہونا نجات کے لیئے کافی ہے بلکہ لا الٰہ الّا اللہ کو بطور اختصار کے لیا گیا ہے ورنہ درحقیقت اسکے اندر محمدؐ رسول اللہ بھی شامل ہے جیسا کہ خود نبی کریمؐ نے اسکے معنی کیئے ہیں حدیث میں آتا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شہادة ان لا الٰہ الّا اللہ و انّ محمداً رسول اللہ۔ یعنی نبی کریمؐ نے صحابہؓ سے دریافت کیا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کو ایک ماننے کے کیا معنی ہیں؟ صحابہؓ نے جواب دیا اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں آپنے فرمایا کہ ایمان باللہ کے یہ معنی ہیں کہ تو اس بات کا اقرار کرے کہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول ہے۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ خلق خدا کو دھوکا دینا نہیں ہے کہ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنة کے یہ معنی کیئے جاویں کہ صرف توحید نجات کے لیئے کافی ہے۔ اصل میں آیات قرآنی اور احادیث کے معنی کرتے ہوئے بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ اور اس اصول کو کبھی بھولنا نہیں چاہیئے کہ متشابہات کو محکمات کے ماتحت لایا جاوے۔ ورنہ اگر ایسا نہ کیا جاوے تو شریعت اسلام

میں ایک طوفان عظیم برپا ہو جائیگا۔ پس قرآن کی کسی آیت یا حدیث کے کسی فقرے کے معنی ہمیشہ وہ کرنے چاہئیں جو اسلام کی کھلی کھلی تعلیم کے خلاف نہ ہوں۔ عبد الحکیم خاں کے ارتداد کا یہی باعث ہؤا کہ اس نے قرآن کریم کی بعض آیات سے یہ نتیجہ نکالنا چاہا کہ نعوذ باللہ نبی کریمؐ پر ایمان لانے کے بغیر بھی نجات ہو سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے عبد الحکیم کے اعتراضات کا جواب حقیقۃ الوحی میں مفصل لکھا ہے اور وہاں بتایا ہے کہ ایمان بالرسل کے بغیر ایمان باللہ کوئی چیز نہیں (دیکھو صفحہ ۱۰۸ تا ۱۴۷) آپ انہی صفحات میں نجات کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں کہ بغیر اسکے کہ کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے صرف توحید کے اقرار سے اسکی نجات ہو جائیگی ایسے لوگ پوشیدہ مرتد ہیں اور درحقیقت وہ اسلام کے دشمن ہیں اور اپنے لیئے ارتداد کی ایک راہ نکالتے ہیں۔" (دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۹) پھر اسی صفحہ میں کسی اور جگہ لکھتے ہیں کہ "ایسا شخص کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتا ہو وہ نجات پا جائیگا یقیناً سمجھو کہ اس کا دل مجذوم ہے اور وہ اندھا ہے اور اسکو توحید کی کچھ بھی خبر نہیں کہ کیا چیز ہے اور ایسی توحید کے اقرار میں شیطان اس سے بہتر ہے۔" یہ ہے حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ نجات کے متعلق اسی پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی احمدی لکھے کہ نجات پانے کے لیئے صرف توحید کافی ہے تو وہ اپنا انجام آپ سوچ لے۔ یہ ایک صاف بات ہے کہ خدا کو ایک مان لینا کوئی چیز نہیں ہے بلکہ خدا کو اسکی تمام صفات حسنہ کے ساتھ متصف ماننا از بس ضروری ہے ورنہ اس طرح تو ایک سورج پرست بھی خدا کا قائل ہے کیونکہ اسکے خیال میں سورج خدا ہے اور وہ موحد بھی ضرور ہے کیونکہ وہ خدا کے ایک ہونے کا قائل ہے یہ اور بات ہے کہ اس کا خدا وہ خدا نہیں جو اسلام کا خدا ہے لیکن ظاہر ہے کہ ایسے خدا کو ماننا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور ہم ایسے شخص کو حقیقی طور پر موحد نہیں کہہ سکتے جب تک کہ وہ اس باطل عقیدہ سے تائب ہو کر اُس خدا کا پرستار نہ بنے جو تمام صفات حسنہ سے متصف ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر آپکے بعد مسیح موعودؑ کی رسالت کی وساطت کے بغیر نظر نہیں آسکتا۔ فتدبروا

اب میں پھر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں اور وہ یہ کہ کیا جو شخص توحید کا قائل ہوتا ہے

وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے؟ سو اسکے متعلق میں نے بفضلہ تعالیٰ قرآن کریم سے اور حدیث سے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اسلام میں آنے کے لیئے صرف توحید کا اقرار کوئی چیز نہیں بلکہ ایمان بالرسل سخت ضروری ہے۔ نیز میں یہ بھی ثابت کر آیا ہوں کہ جس شخص پر شریعت اسلام کی اصطلاح میں کافر کا لفظ عاید ہو وہ کسی لحاظ سے بھی مومن نہیں کہلا سکتا کیونکہ شریعت کی رو سے کفر کے معنی ہی یہ ہیں کہ ایمان کی شرائط میں سے کسی کا انکار کر دیا جاوے۔ باقی رہا کفر دون کفر کا مسئلہ جس پر مولوی محمد علی صاحب نے بہت زور دیا ہے اور اسے ثابت کرنا چاہا ہے کہ اسلام کے اندر بھی کفر کے درجے ہیں سو ہم اس مسئلہ کا انکار نہیں کرتے بلکہ اسکے قائل ہیں ہاں ہم مولوی صاحب کی طرح اسلام کی حد کے اندر اسکے قائل نہیں بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ کفر دون کفر حدود اسلام کے باہر کے لیئے ہے یعنی اسلام کے اندر کوئی کفر کے درجے نہیں بلکہ دائرہ اسلام میں صرف اسلام ہی اسلام ہے ہاں اسلام کی حد کے اندر اسلام دون اسلام اور ایمان دون ایمان ضرور ہے اسی طرح کفر کی حدود میں کفر دون کفر ہے یعنی جو لوگ اسلام سے باہر ہیں ان کے کفر میں تفاوت ہے۔ مثلاً دہریہ لوگ ہم سے بہت دور ہیں کیونکہ رسول تو بجائے خود رہے وہ خدا کی ہستی کے بھی قائل نہیں لیکن ان کی نسبت ہندو ہم سے قریب ہیں کیونکہ وہ توحید کو مانتے ہیں۔ پھر ہندوؤں کی نسبت یہود قریب تر ہیں کیونکہ وہ خدا کو بھی مانتے ہیں اور اسکے بہت سے رسولوں پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ پھر یہود کی نسبت نصاریٰ ہمارے اور زیادہ قریب ہیں کیونکہ انکے ایمان میں ایک رسول کی زیادتی ہو گئی ہے اور پھر نصاریٰ کی نسبت غیر احمدی مسلمان ہم سے اور بھی زیادہ قریب ہیں کیونکہ وہ سوائے مسیح موعودؑ کے اللہ تعالیٰ کے باقی تمام رسولوں پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ ہیں کفر دون کفر کے اصلی معنی نہ کہ یہ کہ آپ اسلام کے اندر ہی کفر کے درجے شمار کرنے لگ جائیں۔ اسجگہ کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ جب تم نے خود اسلام کے لیئے صرف اسقدر کافی سمجھا ہے کہ اقرار کیا جاوے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس کے ثبوت میں تم نے حدیث سے اسلام کی تعریف پیش کی ہے تو اب تم کس طرح لکھتے ہو کہ جو مسیح موعودؑ کو نہ مانے وہ بھی مسلمان نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ میں باقی تمام رسول بھی شامل ہیں جیسا کہ لا الٰہ الا اللہ میں محمد رسول اللہ کو شامل سمجھا جاتا ہے۔ کلمہ شریف میں محمد رسول اللہ کا نام اس لیئے رکھا گیا ہے کہ وہ نبیوں کے

سردار اور خاتم النبیینؐ ہیں اور انکا نام لینے میں باقی تمام انبیاءؑ خود آجاتے ہیں۔ آپ سے پہلے گذرے ہوئے تو اس لیئے کہ آپ ان سب کے مصدق ہیں اور ان پر ایمان لانے کو آپنے ضروری قرار دیا ہے اور بعد میں آنیوالے اس طرح آجائینگے کہ وہ بوجہ ظلی نبی ہونے کے آپ سے الگ نہیں ہو سکتے کیونکہ ظل اپنے اصل سے الگ ہو کر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ پس اس لیئے کلمہ میں صرف آپ کا نام رکھا گیا۔ اور اگر کلمہ میں ہر ایک رسول کے نام کو شامل کیا جاتا تو کلمہ پھر کلمہ نہ رہتا بلکہ ایک ضخیم کتاب بنجاتا اس لیئے اس عزت کے لیئے صرف خاتم النبیینؐ کو چنا گیا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کو کم از کم حَکَم تو آپ لوگ بھی مانتے ہیں اس لیئے آؤ دیکھیں کہ آپ اسلام کی کیا تعریف فرماتے ہیں کیونکہ وہ تعریف کم از کم کسی احمدی کے نزدیک قابل جرح نہیں ہو سکتی سو واضح ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۱ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"جب میں دہلی گیا تھا اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کو دعوت دین اسلام کی گئی تھی تب انکی ہر ایک پہلو سے گریز دیکھکر اور انکی بدزبانی اور دشنام دہی کو مشاہدہ کر کے آخری فیصلہ یہی ٹھہرایا گیا تھا کہ وہ اپنے اعتقاد کے حق ہونیکی قسم کھالے پھر اگر قسم کے بعد ایک سال تک میری زندگی میں فوت نہ ہوا تو میں تمام کتابیں اپنی جلادونگا اور اسکو نعوذ باللہ حق پر سمجھ لونگا لیکن وہ بھاگ گیا"۔ وہ الفاظ جو موٹے خط میں لکھے گئے ہیں ان پر غور کرو اور پھر دیکھو کہ حضرت مسیح موعودؑ اسلام کی کیا تعریف فرماتے ہیں۔ علاوہ اس کے اتنا تو سوچنا چاہیئے کہ کلمہ گو ہونے کے یہ معنی ہیں کہ طوطے کی طرح زبان سے کلمہ کے الفاظ کہ دیئے جائیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ کلمہ کے مفہوم کو پورا کیا جاوے۔ ایک شخص اگر ظاہرا طور پر کلمہ گو ہے لیکن وہ نبی کریمؐ کے صریح احکام کے خلاف چلتا ہے تو ہم کبھی بھی ایسے شخص کو حقیقی رنگ میں کلمہ گو نہیں کہ سکتے یہی وجہ ہے کہ مسلمان کے مکفر کو نبی کریمؐ نے کافر قرار دیا ہے اور اس بات کی بالکل پرواہ نہیں کی کہ تکفیر کرنیوالا بھی آخر کلمہ گو ہی ہے۔ پس وہ شخص جو مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا جس کے ماننے کے لیئے خدا اور اس کے رسولؐ نے تاکید فرمائی ہے تو وہ کلمہ گو کس طرح ہو سکتا ہے۔ کلمہ آخر اسی شخص کا تجویز کردہ ہے جسکی یہ تعلیم ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ پس کلمہ کے یہ معنی کس طرح ہو سکتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کے سوا کسی اور رسول کا

ماننا ضروری ہی نہیں۔ بعض لوگ باوجود علم کا دعویٰ کرنے کے پھر ایسا بے معنی فقرہ بول دیتے ہیں
کہ اگر مسیح موعودؑ کو ماننا بھی مسلمان بننے کے لیے ضروری ہے تو پھر محمدؐ رسول اللہ اور مسیح موعودؑ
میں سے اسلام کا نبی کونسا ہوا؟ نادان اتنا نہیں سوچتے کہ اسلام کا نبی نہ صرف محمد رسول اللہ
ہے اور نہ مسیح موعودؑ بلکہ قرآن شریف کی صریح تعلیم کے رو سے آدم علیہ السلام سے لے کر
مسیح موعودؑ تک جتنے اللہ تعالیٰ کے نبی آئے ہیں سب اسلام کے نبی ہیں۔ ان میں سے
کسی ایک کا انکار کرکے آدمی مسلمان نہیں رہ سکتا جیسا کہ آیت اُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ
حقًّا سے ظاہر ہے۔ فتدبروا

پھر اپنے رسالہ کے صفحہ ۲۵ پر مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:۔ "مسیح موعودؑ
کے نہ ماننے سے ایک شخص قابل مواخذہ ہے مگر وہ دائرہ اسلام سے اسوقت تک
خارج نہیں ہوتا جب تک لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا انکار نہ کرے" اگر مولوی صاحب موصوف
کا واقعی یہی اعتقاد ہے تو پھر ان کے نزدیک یہ فقرہ بھی درست ہونا چاہیئے کہ:۔
"نبی کریمؐ کے نہ ماننے سے ایک شخص قابل مواخذہ ہے مگر وہ دائرہ اسلام سے
اسوقت تک خارج نہیں ہوتا جب تک کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا انکار نہ کرے"

تُف ہے ایسے اسلام پر جس کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس میں وہ خبیث روحیں
بھی شامل ہیں جن کا کام ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دن رات گالیاں نکالنا ہے
اور جو قرآن کو انسان کا کلام اور محمدؐ کی مفتریات خیال کرتے ہیں نعوذ باللہ من ذٰلک

مولوی صاحب نے اپنے رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے
بعض حوالجات بھی نقل کیے ہیں لیکن میں چونکہ ان کے متعلق باب دوم میں کافی
بحث کر آیا ہوں اس لیے اس جگہ ان کے متعلق لکھنا تضیع وقت کے سوا کچھ نہیں۔

پھر مولوی صاحب نے اپنے رسالہ کے آخر میں اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش
کی ہے کہ حضرت خلیفہ اولؓ کفر و اسلام کے مسئلہ میں ان (یعنی مولوی محمد علی صاحب)
کے ہم عقیدہ تھے۔ مجھے ضرورت نہیں کہ اس بات کے متعلق کچھ بحث کروں کیونکہ
میں باب پنجم میں حضرت خلیفہ اولؓ کے عقیدہ کے متعلق کافی سے زیادہ لکھ آیا ہوں

وہ باب پڑھ لیا جاوے انشاء اللہ ساری حقیقت کھل جائیگی۔ پھر مَیں کہتا ہوں کہ اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جاوے کہ حضرت خلیفۂ اوّل کا یہی خیال تھا جو مولوی محمد علی صاحب نے ظاہر کیا ہے تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا کیونکہ حضرت خلیفہ اولؓ مامور نہیں تھے کہ عقاید میں ان کا فیصلہ ہمارے لئے حجت ہو۔ ہمارے لیئے اگر محمد رسول اللہ کے بعد کسی کا فیصلہ حجت ہو سکتا ہے تو وہ مسیح موعودؑ ہی ہے کیونکہ وہ خدا کا ایک رسول ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو حَکَمْ قرار دیا ہے۔ فتدبروا

مَیں آخر میں یہ بتا دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ مولوی محمد علیصاحب نے جو خیالات اپنے اس رسالہ میں ظاہر کیئے ہیں وہ بعینہٖ وہی خیالات ہیں جو عبدالحکیم خاں کے لیئے ارتداد کا باعث ہوئے۔ لیکن افسوس کہ مولوی صاحب موصوف نے اس نظیر سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے ؛

خاکسار

میرزا بشیر احمد

۷۔ فروری ۱۹۱۵ء مطابق ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ